ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

جولائی/اگست 2017ء ذیقعد ۱۴۳۸ھ



- اتحادِ اہلسنت وقت کی اہم ضرورت
- اللہ عزوجل جسم و مکان سے پاک ہے
- جدید مسائل کا شرعی حل
- بیوٹی پارلر کیوں جائیں
- حضرت عارف چشتی لاہوری قدس سرہ
- منظومات

بیاد

مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی



اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

جلد ۲۵ رجولائی، اگست ۲۰۱۷ء/ ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ شمارہ ۲۴۱، ۲۴۲

بیاد مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

بانی مجلس رضا حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر

محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ



فہرست

خط و کتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا

مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
0321-4477511
042-37225605
Email:muslimkitabevi@gmail.com

زرِ تعاون فی پرچہ -/30 روپے

سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک -/500

قصائد رضویہ فارسی کی مختصر شرح

(قسط 5) (محمد معین الدین خاں برکاتی)

۱۰
رضائے مست جام عشق ساغر بازمی خواہد
اَلَا یٰاَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاْساً وَّ نَاوِلْهَا

''رضا جو عشق کے جام کا متوالا ہے شراب کے پیالہ کا مزید جام شراب کا طالب ہے (اور عرض گزار ہے) اے شراب عشق کا جام پلانے والے! جام کو گردش میں لائیے اور ہاتھ بڑھا کر جام عطا فرما دیجئے۔''

حلِ مفردات: ساغر: شراب کا پیالہ ☆ مست: متوالا ☆ جام: شراب کا پیالہ۔

۱۱
امتان و سیاہ کاریہا
شافع حشر و غم گساریہا

''امتوں کا یہ حال کہ وہ بدکاریوں میں مبتلا ہیں اور شافع محشر کی یہ رحمت ہے کہ آپ کی طرف سے ان کی غم خواریاں ہیں۔''

حلِ مفردات: امتاں: جمع امت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیوکار، جماعت۔ ☆ سیاہ کاری: گناہ کرنا، بدعملی، جمع سیاہ کاریہا ☆ غم گساری: دکھ دور کرنا، غم خواری۔ اس لئے کہ گساردن بمعنی خوردن ہے۔



اتحادِ اہلِ سنت وقت کی اہم ضرورت

(۱) فقیہ اسلام مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی اور حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری قادری قدس سرہما کی علمی و دینی خدمات کی وجہ سے بریلی شریف مرکز سنّیت ہے۔ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت (برصغیر ہندو پاک) کے بیشتر علما وعوام اپنی تحریر وتقریر اور باہمی گفتگو کے وقت کبھی مذہب اہل سنت اور کبھی مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں۔ اور بلاشبہہ یہ دونوں قدیم وجدید اصطلاحیں شرعاً جائز و درست ہیں۔ مذہب اہل سنت سارے عالم اسلام کی اصطلاحِ عام ہے جب کہ مسلک اعلیٰ حضرت برصغیر ہندو پاک کے لوگوں کی اصطلاحِ خاص ہے، اور کوئی لفظ کسی اصطلاحی حیثیت سے جہاں بھی رائج ہو جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس اصطلاح کا موجد کون ہے اور اس کا رواج ہے۔ اصطلاحِ مسلک اعلیٰ حضرت کا اس زمانے میں ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ وہابیہ دیابنہ سے اہل سنت کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔

اگر جلسہ وجلوس میں اصطلاحاتِ مذاہب اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال کیا جائے اور حسبِ ضرورت وافادیت ان کا نعرہ لگایا جائے۔ اسی طرح ایسا کوئی بورڈ اور بینر آویزاں کیا جائے تو بلاشبہہ یہ عمل شرعاً جائز و درست ہے۔

(۲) مسلک اعلیٰ حضرت بمعنی مذہب اہل سنت کو ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگر کوئی شخص مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کو استعمال نہیں کرتا، مگر اس کے عقائد و معمولات مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق ہیں تو اس کا یہ عدمِ

استعمال شرعاً کوئی فسق یا گمراہی نہیں۔ اور نہ اس سے اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت کی صحت پر کوئی حرف آتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مسلک اعلیٰ حضرت کے مسلّمہ عقائد سے انکار کرے تو مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں وہ مسلک اہل سنت سے منحرف قرار پائے گا۔

یہ بھی واضح رہے کہ فروعی فقہی مسائل میں فقہا و مفتیان احناف کا علمی و تحقیقی اختلاف کوئی امر معیوب و مذموم نہیں، صحتِ ایمانیات و عقائدِ اہل سنت پر استقامت کے ساتھ مذکورہ اختلاف سے مذہب اہل سنت و مسلکِ اعلیٰ حضرت پر کوئی آنچ نہیں آتی جب کہ وہ اخلاص و نیک نیتی پر مبنی ہو۔ اس کی چند تازہ نظیریں درج ذیل ہیں۔

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قنوتِ نازلہ میں دعا قبل رکوع ہے یا بعد رکوع۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا فتویٰ ہے کہ قبل رکوع ہے اور صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا فتوی ہے کہ بعد رکوع۔ (اسلام اور چاند کا سفر صفحہ ۹)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتوی ہے کہ سیپ کا چونا کھانا حرام ہے مگر علمائے بہار سیپ کا چونا حلال جانتے ہیں، کھاتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کی حلت کا فتوی بھی تحریر فرمایا ہے۔ (اسلام اور چاند کا سفر صفحہ ۱۰)

اعلیٰ حضرت قدّس سرہ کا فتوی ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی مطلقاً ناجائز ہے، مگر ہمارے اکابر اہل سنت کا ایک طبقہ اسے جائز جانتا ہے اور نہ صرف جائز جانتا ہے بلکہ سلوک میں ممد و معاون جان کر اسے سنتا بھی ہے اور سناتا بھی ہے۔ (اسلام اور چاند کا سفر صفحہ ۱۰)

اس اختلاف کے باوجود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ اور دیگر بزرگوں کے درمیان محبت و تعلق کوئی پوشیدہ امر نہیں۔

جب لوگ نماز یا تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان نے خلل کی وجہ سے اس وقت بلند آواز سے صلاۃ وسلام کو ناجائز قرار دیا ہے، (فتاوی رضویہ ج ۳، ص ۵۹۶، وج ۹، ص ۱۲۶ / ۳۹۰) مگر علامہ ضیاء الدین المصطفیٰ قادری اس کی اجازت دیتے ہیں۔ (مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان سہ ماہی امجدیہ گھوسی جلد ۱:، شمارہ: ۱، ص ۱۳-۱۴)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فوٹو کھنچوانا ناجائز قرار دیا ہے مگر حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی وحضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی وحضرت علامہ ارشد القادری وحضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اور بہت سے علما نے شناختی کارڈ کے لیے عند الطلب اس کی اجازت دی ہے۔ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے دوسرے فقہی سمینار میں یہ فیصلہ تحریری طور پر ہوا تھا۔

اور حج فرض کے لیے حضرت مولانا مفتی اجمل شاہ صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فوٹو کھنچوانے کی اجازت دی ہے جیسا کہ ان کے رسالہ ’’فوٹو کا جواز در حق عازمانِ حجاز‘‘ میں صراحت ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کتابتِ نسواں سے ممانعت فرمائی ہے، مگر اب کچھ اکابر علما اس کی اجازت دیتے ہیں، بلکہ کلیۃ البنات قائم کر کے اس کا اعلیٰ اہتمام بھی فرماتے ہیں۔

(۳) علما و مشائخِ اہلِ سنت پر ایسی تنقید وحرف گیری جس سے نمائندگانِ اہلِ سنت کی ہوا خیزی اور طبقۂ علما سے عوام اہلِ سنت کے درمیان بے اعتمادی کی فضا پیدا ہوتی ہو تو یہ فکر و عمل اپنے مشتملات کے لحاظ سے حد درجہ خطرناک اور ناجائز ہے جس سے بچنا ضروری ہے، ورنہ یہ جسارت قائل کو کبھی کفر تک بھی پہنچا سکتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بعض افراد کی ایسی حرکتوں کی اصلاح کی حکیمانہ کوشش ضروری ہے

اور ذمہ دار علما کو ایسی کوشش کرنی ہی چاہیے۔ اس سلسلے میں ماہ نامہ جامِ نور دہلی کی بعض تحریریں جو اس وقت زیرِ بحث ہیں ان کے لکھنے اور شائع کرنے والوں کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے اور ان پر لازم ہے کہ ایسی کسی بات کی اشاعت سے پرہیز کریں جو مذہب اہل سنت اور شریعت حقہ کی رُو سے قابل گرفت ہو۔

دعوت و تبلیغِ دین کے جو اصول و آداب کتاب و سنت و اقوالِ سلف میں مذکور و مسطور ہیں ان سب کا التزام ہمارا دینی فریضہ ہے اور اس بات کا لحاظ و اعتبار بھی ہمارے لیے ضروری ہے کہ مخاطب و سامع کے مزاج و معیار اور مختلف طبقاتِ اہلِ سنت (یعنی فقہی مسالکِ اربعہ حنفیت و شافعیت و مالکیت و حنبلیت کے مقلدین اور سلاسل صحیحہ کے منتسبین) کے مجموعی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی فکر و بصیرت کے ساتھ مناسب و مفید شکل میں اسلام و سنیت کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیں۔

مذکورہ باتوں کے ساتھ ہمارا مذہبی فریضہ یہ بھی ہے کہ ''طبیعت'' اور ''شریعت'' کا جب تصادم ہو تو اپنے ذاتی رجحانات و خیالات کو بالائے طاق رکھ کر شریعتِ مطہرہ کے احکام و ہدایات پر عمل کریں۔ کیوں کہ ہم میں سے کسی بھی فرد کے لیے اس کا ہرگز کوئی جواز نہیں کہ اپنے ذاتی رجحانات و خیالات کو لوگوں پر تھوپ کر سوادِ اعظم اہلِ سنت کا شیرازہ منتشر کرنے کے جرمِ عظیم کا مرتکب ہو۔

(۴) اگر کسی مسلمان بالخصوص کسی عالمِ دین اور مذہبی پیشوا کی طرف کوئی شرعی لغزش منسوب کی جا رہی ہو تو اس سے براہِ راست استفسار اور افہام و تفہیم کی کوشش کی جانی چاہیے اور اطمینان بخش شرعی تحقیق کے بعد ہی نام زد تنقید یا فتوی شائع کیا جانا چاہیے، جس کے اندر نیت صرف اصلاح کی ہو نہ کہ بلا ضرورت اس کی تشہیر اور تحقیر کی، ورنہ یہ عمل خود شرعی گرفت کی زد میں آ جائے گا اور اس کے مضر اثرات ظاہر ہونے اور طرح طرح کے مفاسد پیدا ہونے کا بھی یقینی خطرہ ہے۔

اصلاح اور طریقۂ اصلاح دونوں چیزیں بطریق احسن ہونی چاہئیں جس میں خیرخواہی کا جذبہ ہر طرح غالب ہو کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: **الدين النصح لكل مسلم (صحيح مسلم و صحيح بخاری)** ہر مسلمان کے لیے خیرخواہی ہونی چاہیے۔ **الدين النصيحة (صحيح بخار ج:۱، ص۱۷، كتاب الايمان، صحيح مسلم كتاب الايمان، ج:۱، ص:۴۳)** اور حضرت امام شافعی کی یہ ہدایت ہمیشہ پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ **من وعظ اخاه سراً فقد نصحه و زانه و من و عظه علانية فقد فضحه و شانه (شرح صحيح مسلم للنووی، كتاب الايمان، المجلد الاول، مطبوعه بيروت)** جس نے پوشیدہ طور پر اپنے بھائی کو ہدایت وتنبیہ کی اس نے اس کی خیرخواہی کی اور اسے آراستہ کیا اور جس نے علانیہ اپنے بھائی کو تنبیہ کی اس نے اسے رسوا کیا اور اسے داغ دار بنایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم اہلِ سنت و جماعت کو اتحاد و اتفاق کی دولت سے مالا مال فرمائے اور اپنے اسلافِ کرام کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ **آمين، يارب العالمين بجاه حبيبك سيد المرسلين عليه الصلوٰة و التسليم۔**



اللہ عزوجل جسم و مکان سے پاک ہے

ابو واصف محمد آصف المدنی

عبدالحبیب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیسے مزاج ہیں؟ عبداللہ بھائی!

عبداللہ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! الحمدللہ علی کل حال۔ خیریت سے ہوں، آپ کیسے ہیں؟

عبدالحبیب: اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل وکرم ہے۔ عبداللہ بھائی! آج کل آپ کچھ متفکر ومغموم نظر آتے ہیں کیا معاملہ (matter) ہے؟

عبداللہ: بس کچھ خاص نہیں۔

عبدالحبیب: پھر بھی آپ کچھ بیان کریں!

عبداللہ: عبدالحبیب بھائی! دراصل بات یہ ہے کہ چند روز قبل رمضان المبارک میں ایک چینل پر ایک پروگرام دیکھا اس کے سبب طبیعت بوجھل ہے اور دل مغموم ومتفکر ہے۔

عبدالحبیب: اللہ عزوجل خیر کرے۔ آخر ایسا کیا تھا اُس پروگرام میں جس نے آپ کو اس قدر تشویش میں ڈال رکھا ہے۔ کس طرح کا پروگرام تھا؟ اور کیا موضوع تھا؟

عبداللہ: پروگرام تو بظاہر مذہب کے نام پر تھا اور اس میں موضوع تھا ''اللہ تعالی ہر جگہ یا عرش پر مستوی'' پروگرام میں مختلف مسالک سے سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام کو مدعو کیا گیا تھا۔ ہر عالم اپنے مسلک کے موقف پر دلائل دے رہا تھا۔

عبدالحبیب: آپ کے متفکر ہونے کا سبب کونسی بات بنی؟

عبداللہ: ایک فرقہ کے مذہبی سکالر نے کہا کہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ''اللہ کی ذات عرش پر ہے اور علم کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے'' جواب میں اہل سنت کے علماء کرام کی طرف سے یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ذاتی اور حسی اعتبار سے عرش پر متمکن ماننا سے عقیدہ تجسیم لازم آتا ہے اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل جسم و جسمانیت اور اس کے تمام عوارض جیسے اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا کھانا نیز مکان و زمان وغیرہ سے پاک ہے اور اللہ عزوجل علم و قدرت و بصر سے ہر شے کو احاطے میں لے ہوئے ہے۔ طرز گفتگو میں عقیدہ کی مختلف تشریح اور دونوں طرف قرآن و حدیث اور عقلی دلائل اور مباحثہ سن کر اپنی کم علمی کے سبب صحیح و درست کیا ہے غلط کیا ہے اس حوالے سے موقف نہ سمجھنے آنے پر میں متفکر ہو گیا اور اب یہ خلجان بڑھتا جا رہا ہے۔

عبدالحبیب: آپ کو جب یہ دینی پریشان لاحق ہوئی تو آپ نے اس سے نجات کا کیا حل سوچا؟

عبداللہ: ابھی تک کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے۔ کیا کروں؟ بس پریشانی پر پریشانی کا عروج ہے۔

عبدالحبیب: عبداللہ بھائی! اس موقع پر قرآن نے ایک حل عطا فرمایا ہے۔

عبداللہ: وہ کیا ہے؟

عبدالحبیب: اللہ عزوجل قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: (وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ) یعنی: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (پارہ 17، سورۃ الانبیاء، آیت 7) بے علمی کی تاریکی وادی سے نکلنا کا حل یہی ہے کہ علماء کرام کی بارگاہ میں حاضری دی جائے اور علم کے مینارِ نور سے ضیاء حاصل کر لی جائے تا کہ خلجان قلب رفع ہو۔ آیئے! عبداللہ بھائی! ہم ایک عبقری فقیہ،

عاشق ماہ رسالت، امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی تعلیمات کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھتے ہیں۔

عبداللہ: کیوں نہیں۔ جی ضرور۔ عبدالحبیب بھائی! امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات سے کچھ آگاہ فرمائیں کے اللہ عزوجل کے بارے کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

عبدالحبیب: عبداللہ بھائی! اس پورے مسئلہ کو ہم تفصیل سے امام اہل سنت کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھیں گے۔ آخری میں جو کسی فرقے کے سکالر کے اشکالات ودلائل تھے ان کی جانچ بھی کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ ''اللہ عزوجل کی تنزیہ میں اہلسنت و جماعت کے عقیدے'' نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: () اللہ تعالیٰ ہر عیب ونقصان سے پاک ہے۔ () سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلاً احتیاج نہیں رکھتا۔ () مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔ () اس میں تغیر نہیں آ سکتا، ازل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہوجائے۔ () وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔ () اُسے مقدار عارض نہیں کہ اِتنا یا اُتنا کہہ سکیں، لمبا چوڑا یا دَلدار یا موٹا یا پتلا یا بہت یا تھوڑا یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں۔ () وہ شکل سے منزّہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھونٹا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں۔ () حد وطرف ونہایت سے پاک ہے اور اس معنی پر نا محدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو بلکہ یہ معنی کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے، غرض نا محدود کہنا نفی حد کے لیے ہے نہ اثبات بے مقدار بے نہایت کے لیے۔ () وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

() اس میں اجزا یا حصے فرض نہیں کر سکتے۔ () جہت اور طرف سے پاک ہے جس طرح اُسے دہنے بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے یونہی جہت کے معنی پر آگے پیچھے یا

اُوپر بھی ہرگز نہیں۔() وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔() کسی مخلوق سے جُدا نہیں کہ اُس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔() اُس کے لیے مکان اور جگہ نہیں۔() اُٹھنے، بیٹھنے، اُترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم وجسمانیات سے منزّہ ہے۔

عبداللہ: عبدالحبیب بھائی! ان عقائد پر کیا دلائل ہیں؟

عبدالحبیب: اس کا جواب بھی امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کی روشنی میں لیتے ہیں چنانچہ فتاوی رضویہ میں امام اہل سنت علیہ الرحمۃ ان عقائد کو بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں: "محل تفصیل میں عقائد تنزیہہ بے شمار ہیں، یہ پندرہ کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور انکے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدہ اولی ہے کہ تمام مطالب تنزیہیہ کا حاصل وخلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح وتقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد ہوئی آیات تسبیح خود کس قدر کثیر ووافر ہیں۔

وقال عزشانہ: (الملک القدوس السلٰم) بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت۔ (پ28، سورۃ الحشر، آیت23)

وقال عزاسمہ: (فان اللہ غنی عن العٰلمین)۔ بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ (پ4، سورۂ آل عمران، آیت97)

وقال جل جلالہ: (ان اللہ ھو الغنی الحمید)۔ بے شک اللہ ہی بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا۔ (پ28، سورۃ الممتحنۃ، آیت6)

وقال تعالی: (لیس کمثلہ شیء)۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ (پ25، سورۂ شوری، آیت11)

وقال تعالیٰ: (هل تعلم له سميا)۔کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔

(پ16،سورۂ مریم،آیت65)

وقال تعالیٰ: (ولم يكن له كفواً احد)اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

(پ30،سورۃ الاخلاص،آیت4)

عبداللہ: جناب: دوسرے فرقہ کے مذہبی شخص نے یہ کہا تھا قرآن میں ہے: ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى''اس سے اپنا عقیدہ ثابت کیا۔اس کا معنی ومفہوم کیا ہے اور ہمیں اس بارے کیا اعتقاد رکھنے کا حکم ہے۔؟

عبدالحبیب: عبداللہ بھائی! اس بات پر تفصیلی بحث سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ قرآن عظیم کی آیات کی دو قسمیں ہیں: (1) محکمات (2) متشابہات۔یہ آیت کریمہ (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى) یہ متشابہات میں سے ہے۔آیاتِ متشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد کیا ہے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: قال اللہ تعالیٰ: (هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ﳕ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَاۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝۷) ترجمہ کنز الایمان: وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنیٰ رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈھنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے

ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (پ3،سورہ آل عمران،آیت 7)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزمانے کو، (یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا) اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔ (پ1،سورۃ البقرۃ،آیت 26)

اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے:

(۱) محکمات: ''جن کے معنی صاف بے دِقت ہیں'' جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی و بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں۔ جن کا ذکر اوپر گزرا، اور (۲) دوسری متشابہات: ''جن کے معنیٰ میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا'' جیسے حروفِ مقطعات الم وغیرہ ''یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے'' جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى) وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ یا فرمایا: (ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ) پھر عرش پر اِسْتِوَاء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے (پ۸،سورۃ الاعراف،آیت ۵۴) پھر جن کے دلوں میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پا کر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے (اور کہنے لگے دیکھو) قرآن میں آیا ہے اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے۔ اور آیاتِ محکمات جو کتاب (قرآن) کی جڑ تھیں اُن کے ارشاد دل سے بھلا دیئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو استواء آیا ہے اور اس کے معنی چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا، ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمہاری اپنی سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے۔''ما انزل اللہ بھا من سلطن''، یعنی: اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نازل نہ فرمائی۔ اور اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ

انہیں ان ظاہری معنی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی معنی پر جم گئے انہیں کو قرآن مجید نے فرمایا۔''الذین فی قلوبھم زیغ'' ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ'' اللہ تعالیٰ مکان و جہت و جسم و اعراض سے پاک ہے بیٹھنے، چڑھنے، بیٹھنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں۔۔اور وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ان میں اللہ عزوجل کے لیے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اترنا، سرکنا ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں، پھر آخر معنی کیا لیں،اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہو گئے۔

(پہلا گروہ) اکثر نے فرمایا: جب یہ ظاہری معنی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑیں۔ہمیں ہمارے رب نے آیاتِ متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے پر قناعت کریں کہ''امنا بہ کل من عند ربنا'' جو کچھ ہمارے مولیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ (پ4،سورۃ آل عمران،آیت 7)

یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولیٰ ہے اسے مسلک تفویض و تسلیم کہتے ہیں، ان ائمہ نے فرمایا:''استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالیٰ کی ایک

صفت ہے اور کیف (کیفیت) مجہول ہے کہ اس کے معنی ہماری سمجھ سے وراء ہیں، اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے (یعنی اس کے متعلق) بدعت ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعیین مراد (یعنی اس کے حقیقی معنی مرادی) کے لیے اور تعین مراد کی طرف راہ نہیں (یعنی حقیقی معنی معلوم نہیں)

(دوسرا) اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے محکم متشابہ دو قسمیں فرما کر محکمات کو ''ھنّ امر الکتب'' فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو آیہ کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سجھادی کہ ان میں وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ وضلال و باطل ومحال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنی پر یقین نہیں کرسکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنی صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات سے بری ومنزہ ہیں اور محاورات عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں کہ انکے معنی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انہیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی۔۔۔اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑیں گے گمراہی میں گریں گے، تو یہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب وملائم معنی کی طرف کہ محکمات سے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں کہ فتنہ و ضلال سے نجات پائیں یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ 121-124، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عبداللہ: عبدالحبیب بھائی! دوسرے مذہب کے سکالر نے جو اللہ تعالی کے لیے

جسم اور مکان میں ہونا ثابت کیا اور دلیل ''استوی'' والی آیات تھیں ان سے اللہ عزوجل کے لیے مکان ثابت کرنا کیسا ہے؟

عبدالحبیب: ''استوی'' والی آیات سے اللہ تعالی کے لیے مکان ثابت کرنا سراسر باطل ہے کہ اس کا لغوی معنی اگر چڑھنا یا بیٹھنا لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ اس آیت کو اللہ تعالی نے اپنی مدح میں ذکر فرمایا اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کسی چیز پر چڑھنے یا بیٹھنے میں کیا فضیلت ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی مراد اللہ تعالی کے علم پر چھوڑ دیں یا پھر ایسا معنی کریں جس سے اللہ تعالی کی شان ظاہر ہو۔ اسی لئے علماء حقہ نے اس آیت کی اور اسی طرح کی دوسری آیات میں تاویلیں کی ہیں۔ چار تاویلیں مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی تاویل: استواء ''قہر وغلبہ'' کے معنی میں ہے، اور زبان عرب میں یہ معنی عام استعمال ہوتا ہے چونکہ عرش تمام مخلوقات سے اونچا اور بلند ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اس اعتبار سے معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالی اپنی تمام مخلوق پر غالب وقاہر ہے۔

دوسری تاویل: استواء بمعنی ''علو'' ہے، اور علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت وسلطان۔

تیسری تاویل: استواء کا معنی ''قصد وارادہ'' ہے۔ ''ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ'' یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی تخلیق شروع کی۔ یہ تاویل امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ نے افادہ فرمائی۔

چوتھی تاویل: استواء کسی کام کو مکمل کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوا کہ پیدائش کا سلسلہ عرش پر مکمل ہوا۔ اس سے باہر کوئی چیز نہ

رہی۔اللہ تعالی نے دنیاو آخرت میں جو کچھ بنایا یا بنائے گا وہ دائرۂ عرش سے باہر نہیں ہوگا کہ عرش تمام مخلوق پر حاوی ہے۔ (ملخص فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ 126-124، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عبداللہ: بھائی جان! یہ تاویلات کیوں کی گئی ہیں اگر ہم یہ تاویلات نہ کریں تو کیا خرابی لازم آئے گی؟

عبدالحبیب! اگر مذکورہ بالا تاویلات نہ کی جائیں اور ظاہری معنی مراد لیے جائیں تو کئی خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً اگر آیات متشابہات کا ظاہری معنی لینا جائز تھا جو کہ لفظ سے ظاہر تھا تو پھر ان آیات کو متشابہات کہنا کیسے درست ہوگا اس طرح تو یہ آیات محکمات ہوگئیں حالانکہ بالاتفاق یہ آیات متشابہات ہیں اور متشابہ وہی ہوتی ہے جس کا ظاہری معنی واضح نہ ہو بلکہ مشتبہ ہو۔

عبداللہ: اللہ عزوجل کے لیے جسم ماننے سے کیا خرابیاں لازم آئیں گی؟

عبدالحبیب: کثیر خرابیاں لازم آئیں گی۔ان کی تفصیل سے پہلے آسان الفاظ میں اللہ عزوجل کے بارے اہل سنت کا عقیدہ بیان کرتا ہوں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کائنات کے ذرے ذرے کا علم رکھتا ہے، ماضی حال مستقبل کے ہر معدوم وموجود کے بارے میں اس کو مکمل علم ہے اور کوئی شے اس کے علم سے خارج نہیں اور اسی طرح اس کی قدرت ہر ممکن شے کو محیط ہے نیز کوئی شے اس کے دیکھنے سے پوشیدہ نہیں لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود وہ جسم اور مکان سے پاک ہے یعنی اس کا ہماری طرح کوئی جسم ہے اور نہ ہی وہ ہماری طرح کسی مکان میں رہتا ہے کہ جسم ہونا اور مکان میں رہنا مخلوق کی صفت ہے اور اللہ تعالی بے مثل ہے اور مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے۔قرآن عظیم میں اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

(لیس کمثلہ شیء)۔اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ (پ25، سورہ شوری، آیت 11)

اس عقیدہ کے ذکر کے بعد جو لوگ اللہ عزوجل کے لیے جسم مانتے ہیں ان کا جسم ماننا دو حال سے خالی نہیں۔

یا (1) تو وہ اللہ تعالی کو عرش پر مانیں گے۔

یا (2) ہر جگہ مانیں گے۔

ان دونوں صورتوں میں بیشمار خرابیاں لازم آتی ہیں۔ نیز اس سے معاذ اللہ، اللہ تعالی کو عیبوں کا مجموعہ ماننا لازم آتا ہے اور بہت سی ایسی صورتیں ہیں کہ ان میں تو جسم ماننے کی وجہ سے اللہ تعالی کے معبود ہونے سے انکار کرنا لازم آتا ہے یا اس کا مخلوق کی طرح ہونا لازم آتا ہے اور اس کی سخت توہین و گستاخی لازم آتی ہے۔

عبداللہ: اگر اللہ عزوجل کا جسم مانتے ہوئے اسے ہر جگہ مانا تو جو خرابیاں لازم آئیں گی ان میں سے چند بیان کر دیں؟

عبدالحبیب: جو لوگ اللہ عزوجل کا جسم مانتے ہیں اگر وہ اللہ تعالی کو ہر جگہ مانیں تو اس سے کثیر خرابیاں لازم آئیں گی ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)۔۔ اگر اللہ تعالی ہر جگہ اور ہر گوشے میں موجود ہے اور بالذات ہر شے کو محیط ہے یعنی ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے تو معاذ اللہ پاخانے میں بھی ہوگا اور اس نجاست کو بھی لپٹا ہوگا اور نجاست کے ساتھ اس کے بدترین مقام سے نکلا بھی ہوگا کیا ہر جگہ جسم ماننے والے یہ بات مانیں گے؟؟؟

(2)۔۔ جب اللہ تعالی کے جسم کو ہر جگہ مانیں گے تو جگہ جیسے اوپر ہے اسی طرح نیچے بھی ہوتی ہے تو معاذ اللہ خدا پاؤں کے نیچے بھی ہوا تو جو پاؤں کے نیچے ہے وہ رب اعلی کیسے ہوا؟؟؟

(3)۔۔ جب اللہ تعالی کے جسم کو ہر جگہ مانیں گے تو وہ سطح زمین پر بھی ہوگا تو معاذ اللہ لوگ جو چلتے پھرتے ہیں اور جوتے رکھتے ہیں وہ خدا پر رکھتے ہیں۔۔

(4)۔۔جو شے کسی دوسری کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے وہ اسی طرح ہوتی ہے کہ احاطہ کرنے والی چیز کے اندر جوف یعنی خلا ہوتا ہے جو اس دوسری چیز کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے جیسے آسمان زمین کو محیط ہے اب اللہ کا ہر جگہ جسم ماننے اور محیط ماننے کا معنی یہ ہوا کہ معاذ اللہ اللہ تعالی جوف دار یعنی سوراخ دار ہوا حالانکہ اللہ تعالی اس عیب سے پاک ہے۔اس کے علاوہ کثیر خرابیاں ہیں جو فتاوی رضویہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

عبداللہ: اگر اللہ عزوجل کا جسم مانتے ہوئے عرش پر مانا جائے تو جو خرابیاں لازم آئیں گی ان میں سے چند بیان کر دیں؟

عبدالحبیب: اللہ تعالی کا جسم ماننے کی صورت میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عرش پر ہے یہ عقیدہ کثیر خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔ان میں سے چند درجہ ذیل ہیں:

(1)۔۔عرش یا فرش جس جگہ کو بھی اللہ تعالی کا مکان قرار دیں اس پر سوال ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالی ازل میں اس مکان میں رہتا تھا یا اب رہنا شروع کیا؟ پہلی صورت میں عرش کا ازلی ہونا یعنی ہمیشہ سے ہونا لازم آتا ہے اور اللہ تعالی کے سوا کسی کو ازلی ماننا تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر ہے اور دوسری صورت میں اللہ تعالی میں تغیر یعنی تبدیلی لازم آئی اور تبدیلی اللہ عزوجل کی شان کی لائق نہیں۔

(2)۔۔شے جس مکان میں ہوتی ہے وہ مکان اس شے کا احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے اب اگر اللہ تعالی کو کسی مکان میں مانیں تو ضرور لازم آئے گا کہ عرش اللہ تعالی کا احاطہ کیے ہوئے ہو حالانکہ اللہ تعالی ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے جیسا احاطہ اس کی شان کے لائق ہے فرمان باری تعالی ہے ''وکان اللّٰہ بکل شیء محیطا'' اللہ تعالی ہر شے کو محیط ہے۔

(3)۔۔جس مکان میں کوئی شے ہوتی ہے وہ مکان اس شے سے بڑا ہوتا ہے

جیسے بیس فٹ کی شے دس فٹ کے مکان میں نہیں آئے گی۔مکان بڑا ہوتا ہے مکین چھوٹا ہوتا ہے لہذا اللہ تعالی کے لئے مکان ثابت ماننے سے لازم آتا ہے کہ عرش اللہ تعالی سے بڑا ہو اور اللہ عزوجل عرش سے چھوٹا ہو۔(معاذاللہ)

(4) جو کسی چیز پر بیٹھا ہو اس کی تین ہی صورتیں ممکن، یا تو وہ بیٹھک (جگہ) اس کے برابر ہے یا اس سے بڑی ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور جگہ خالی باقی ہے یا چھوٹی ہے کہ وہ پورا اس بیٹھک پر نہ آیا کچھ حصہ باہر ہے، اللہ عزوجل میں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، وہ عرش کے برابر ہو تو جتنے حصے عرش میں ہو سکتے ہیں اس میں بھی ہو سکیں گے، اور چھوٹا ہو تو اسے خدا کہنے سے عرش کو خدا کہنا اولی ہے کہ وہ خدا سے بھی بڑا ہے اور بڑا ہو تو بالفعل حصے متعین ہو گئے کہ خدا کا ایک حصہ عرش سے ملا ہے اور ایک حصہ باہر ہے۔اور اللہ تعالی ٹکڑے ہونے سے پاک ہے۔

(5)۔۔مزید سوال یہ بھی ہے کہ اگر خدا عرش پر ہے تو س عرش سے بھی بڑا بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو عاجز ہوا۔حالانکہ ''ان اللہ علٰی کل شیء قدیر'' بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔اور اگر ہاں تو اب اگر خدا عرش سے چھوٹا نہیں برابر بھی ہو تو جب عرش سے بڑا بنا سکتا ہے اپنے سے بڑا بھی بنا سکتا ہے کہ جب دونوں برابر ہیں تو جو عرش سے بڑا ہے خدا سے بھی بڑا ہے اور اگر خدا عرش سے بڑا ہے تو غیر متناہی بڑا نہیں ہو سکتا کہ لا تناہی ابعاد دلائل قاطعہ سے باطل ہے لا جرم بقدر متناہی بڑا ہو گا۔مثلاً عرش سے دونا فرض کیجئے، اب عرش سے سوائی ڈیوڑھی، پون دگنی، تگنی مقداروں کو پوچھتے جایئے کہ خدا ان کے بنانے پر قادر ہے یا نہیں، جہاں انکار کرو گے خدا کو عاجز کہو گے اور اقرار کرتے جاؤ گے تو وہی مصیبت آڑے آئے گی کہ خدا اپنے سے بڑا بنا سکتا ہے۔

(6)۔۔یہ تو ضرور ہے کہ خدا جب عرش پر بیٹھے تو عرش سے بڑا ہو ورنہ خدا اور

مخلوق برابر ہوجائیں گے یا مخلوق اس سے بڑی ٹھہرے گی، اور جب وہ بیٹھنے والا اپنی بیٹھک سے بڑا ہے تو قطعاً اس پر پورا نہیں آ سکتا جتنا بڑا ہے اتنا حصہ باہر رہے گا تو اس میں دو حصے ہوئے ایک عرش سے لگا اور ایک الگ۔ اب سوال ہوگا کہ یہ دونوں حصے خدا ہیں یا جتنا عرش سے لگا ہے وہی خدا ہے باہر والا خدائی سے جدا ہے یا اس کا عکس ہے یا اُن میں کوئی خدا نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ خدا ہے پہلی تقدیر پر دو خدا لازم آئیں گے، دوسری پر خدا و عرش برابر ہو گئے کہ خدا تو اتنے ہی کا نام رہا جو عرش سے ملا ہوا ہے۔ تیسری تقدیر پر خدا عرش پر نہ بیٹھا کہ جو خدا ہے وہ الگ ہے اور جو لگا ہے وہ خدا نہیں، چوتھی پر عرش خدا کا مکان نہ ہوا کہ وہ اگر مکان ہے تو اُتنے ٹکڑے کا جو اس سے ملا ہے اور وہ خدا نہیں۔۔

(7)۔۔مولی تعالی اگر عرش پر چڑھا بیٹھا ہے تو اس سے اُتر بھی سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، اور اگر ہاں تو جب اُترے گا عرش سے نیچے ہوگا تو اس کا اسفل ہونا بھی ممکن ہوا اور اسفل خدا نہیں۔

(8)۔۔ جہات فوق و تحت دو مفہوم اضافی ہیں ایک کا وجود بے دوسرے کے محال ہر بچہ جانتا ہے کہ کسی چیز کو اوپر نہیں کہہ سکتے جب تک دوسری چیز نیچی نہ ہو، اور ازل میں اللہ عزوجل کے سوا کچھ نہ تھا۔۔تو ازل میں اللہ عزوجل کا فوق یا تحت ہونا محال اور جب ازل میں محال تھا تو ہمیشہ محال رہے گا ورنہ اللہ عزوجل کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

(9)۔۔عرش زمین سے غایت بعد پر ہے اور اللہ بندے سے نہایت قرب میں اللہ تعالی فرماتا ہے:''نحن اقرب الیه من حبل الورید'' ہم تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔اور اللہ تعالی فرماتا ہے'' اذا سأ لک عبادی عنی فانی قریب'' جب تجھ سے میرے متعلق میرے بندے سوال کریں تو میں قریب

ہوں۔۔۔تو اگر عرش پر اللہ عزوجل کا مکان ہوتا اللہ تعالی ہر دور تر سے زیادہ ہم سے دور ہوتا، اور وہ بنصِ قرآن باطل ہے۔

(10)۔۔شریعت مطہرہ نے تمام جہان کے مسلمانوں کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا، یہی حکم دلیل قطعی ہے کہ اللہ عزوجل جہت و مکان سے پاک و بری ہے، اگر خود حضرت عزت جلالہ کے لیے طرف و جہت ہوتی محض مہمل باطل تھا کہ اصل معبود کی طرف منہ کر کے اس کی خدمت میں کھڑا ہونا اس کی عظمت کے حضور پیٹھ جھکانا اس کے سامنے خاک پر منہ ملنا چھوڑ کر ایک اور مکان کی طرف سجدہ کرنے لگیں حالانکہ معبود دوسرے مکان میں ہے، بادشاہ کا مجرئی اگر بادشاہ کو چھوڑ کر دیوان خانہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کر کے آداب مجرا بجا لائے اور دیوار ہی کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے تو بے ادب مسخرہ کہلائے گا یا مجنون پاگل۔اس دلیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی جسم سے اور عرش پر ہونے سے پاک ہے۔

مذکورہ بالا تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالی جسم سے پاک ہے اور اس کا جسم ماننے سے بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں لٰہذا ثابت ہوا کہ جسم ماننے کا عقیدہ باطل ہے اور عقیدہ حقہ وہی ہے جو شروع سے لے کر آج تک جمہور و صحیح العقیدہ مسلمانوں کا رہا ہے کہ اللہ تعالی جسم و جسمانیات سے پاک ہے یہی حق راستہ ہے اور یہی برگزیدہ لوگوں کا راستہ ہے جس پر چلنے کی ہر نماز میں یوں دعا کی جاتی ہے ''اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم'' اور یہی ان لوگوں کا اعتقاد ہے جن کے ساتھ رہنے کا رب نے حکم فرمایا: یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین۔ (پ11، سورۃ التوبہ، آیت 119)

عبداللہ: عبدالحبیب بھائی! اللہ تعالی کے لیے عقیدہ تجسیم رکھنا کیسا ہے؟

عبدالحبیب: اللہ عزوجل کے لئے تجسیم کا عقیدہ رکھنا کفر ہے چنانچہ میرے آقا،

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالی کے لئے جسم کا قائل کافر ہے۔'' (فتاوی رضویہ،جلد 14،صفحہ 250،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

عبداللہ: اللہ عزوجل کے لیے مکان و جہت ماننا کیسا ہے؟

عبدالحبیب: کتب فقہ میں اللہ تعالی تعالی کے مکان جہت ثابت کرنے کو کفر قرار دیا چنانچہ یہ مسئلہ البحر الرائق،فتاوی قاضی خان،فتاوی رضویہ،فتاوی عالمگیری، فتاوی تاتارخانیہ،طحطاوی علی الدر المختار، بہار شریعت، ایمان کی حفاظت،کفریہ کلمات کے بارے سوال و جواب میں درج ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے''یکفر بإثبات المکان للہ تعالی'' ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے سے تکفیر کی جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری،کتاب السیر ،باب احکام المرتدین،جلد2،صفحہ 259،مطبوعہ،بیروت)

فتاوٰی تاتارخانیہ میں ہے''وان اراد بذلک اثبات الجسد والمکان یکفر'' (الفتاوٰی التاتارخانیہ،کتاب السیر ،فصل فی ذکر المکان للہ تعالیٰ،جلد5،صفحہ 316،مکتبہ،کراچی)

عبداللہ: ماشاء اللہ! جناب! بہت اچھی طرح یہ مسئلہ سمجھ آ گیا ایک چھوٹی سے مزید الجھن ہے کہ پروگرام میں اللہ کے عرش پر ہونے پر ایک دلیل یہ دی گئی تھی کہ ایک لونڈی سے جب حضور علیہ السلام نے پوچھا: این اللہ؟ یعنی اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے آسمانوں کی طرف اشارہ کیا۔اس بارے بھی کچھ رہنمائی فرمائیں؟

عبدالحبیب: جی ضرور۔آیئے صحیح مسلم سے یہ حدیث پیش کرتا ہوں:

حضرت سیدنا حضرت معاویہ ابن حکم سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''کانت لی جاریة ترعی غنما لی قبل أحد والجوانیة، فاطلعت ذات یوم فإذا الذیب قد ذہب بشاة من غنمہا، وأنا رجل من بنی آدم، آسف کما یأسفون، لکنی صککتہا صکة، فأتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعظم ذلك علی، قلت: یا رسول اللہ أفلا أعتقہا؟ قال: ائتنی

بها فأتيته بها، فقال لها: أين الله؟ قالت: في السماء، قال: من أنا؟ قالت: أنت رسول الله، قال: أعتقها، فإنها مؤمنة'' ترجمہ: میری ایک لونڈی تھی جو میری بکریاں احد اور جوانیہ کی طرف چراتی تھی ایک دن میں اچانک وہاں گیا تو بھیڑیا ہماری بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا تھا اور میں اولادِ آدم سے ایک شخص ہوں جیسے سب غمگین ہوتے ہیں میں بھی غمگین ہوتا ہوں لیکن میں نے اسے صرف ایک تھپڑ مار دیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے مجھ پر بڑا جرم قرار دیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اسے آزاد نہ کردوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ تو میں اسے لایا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کہاں ہے؟ وہ بولی: ''آسمان میں'' فرمایا: میں کون ہوں؟ بولی: آپ رسول اللہ علیہ السلام ہیں ۔فرمایا: اسے آزاد کردو، یہ مؤمنہ ہے۔ (صحیح مسلم، جلد1، صفحہ 381، دار إحیاء التراث العربی۔ بیروت)

بعض محدثین نے اس حدیث کو معلل، شاذ اور مضطرب قرار دیا اس حدیث کے متن میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

()ایک حدیث کا متن یوں ہے کہ جاریہ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا

()دوسری حدیث کے متن میں ہے اس نے کہا اللہ آسمان میں ہے

()ایک حدیث میں متن کے الفاظ یہ ہیں این اللہ؟

()اور ایک میں من ربک کے الفاظ ہیں۔۔

()ایک حدیث میں یہ ہے کہ من ربک کے جواب میں جاریہ نے کہا ''اللہ''

ایک روایت میں یہ ہے کہ سوال یہ ہوا اتشھدین ان لا الہ الا اللہ کے جواب میں اس نے نعم کہا۔

لہٰذا جب یہ حدیث مضطرب ہے تو اس پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔امام

بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں: ترك اهل النظر اصحابنا الاحتجاج باخبار الآحاد فی صفات الله تعالٰی اذا لم یکن لما انفرد منها اصل فی الکتاب او الاجماع واشتغلوا بتاویله ''یعنی ہمارے ائمہ متکلمین اہلسنت و جماعت نے مسائل صفاتِ الٰہیہ میں اخبار آحاد سے سند لانی قبول نہ کی جب کہ وہ بات کہ تنہا ان میں آئی اس کی اصل قرآن عظیم یا باجماع امت سے ثابت نہ ہوا اور ایسی حدیثوں کی تاویل میں مشغول ہوئے۔ (کتاب الاسماء والصفات باب ماذکر فی القدم والرجل ثم دنا فتدلّٰی الخ، جلد2، صفحہ 92، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ)

اگراس حدیث کی تاویل مسلک اہل سنت کے مطابق یوں کی جائے کہ فی السماء سے مراد اللہ تعالی کی عظمت ورفعت اور کبریائی ہے تو یہ قابل قبول ہوگی لیکن اس کے ظاہری معنی لے کر یہ عقیدہ بنانا کہ اللہ عزوجل کی ذات آسمان میں ساکن ہے تو یہ عقیدہ باطل ہے۔

عبداللہ: بھائی جان !اگر اللہ تعالی عرش پر نہیں ہے تو حضور تاجدار کونین صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات آسمانوں سے گزرتے ہوئے عرش کی طرف کیوں گئے؟

عبدالحبیب: عرش اللہ عزوجل کی خاص تجلیات کا مرکز ہے اس لیے معراج کی رات حضور علیہ السلام وہاں گئے۔

عبداللہ: کیا آسمان کی طرف دعا میں ہاتھ اٹھانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی عرش پر موجود ہے؟

عبدالحبیب: آسمان دعا کا قبلہ ہے۔ چنانچہ مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: آسمان دعا کا قبلہ ہے جس طرح کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ نماز میں معبود اور دعا میں مقصود خدائے تعالٰی ہے کعبہ اور آسمان میں اللہ تعالی حلول سے منزہ ہے۔

(المعتقد المنتقد، صفحہ 110)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تحریر فرماتے ہیں: آسمان دعا کا قبلہ ہے۔ (احسن الوعاء لاداب الدعا، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالی عرش پر بیٹھا ہے ورنہ تو کوئی جاہل یہ بھی کہے گا کہ نماز کا قبلہ کعبہ ہے تو اللہ تعالی اس میں ساکن ہے معاذ اللہ عزوجل۔ لہٰذا نماز میں معبود اور دعا میں مقصود رب تعالی کی ذات ہے اور وہ کعبہ یا آسمان میں حلول سے منزہ ہے۔ امام اہل سنت اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان گمراہوں مکان و جہت ماننے والوں کے پیشواؤں ابن تیمیہ وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے جہت بالا میں ہونے پر خود ہی یہ دلیل پیش کی ہے کہ تمام جہان کے مسلمان دعا و مناجات کے وقت ہاتھ اپنے سروں کی طرف اٹھاتے ہیں۔ پُرظاہر کہ یہ دلیل ذلیل طبل کلیل کہ ائمہ کرام جس کے پرخچے اُڑا چکے اگر ثابت کرے گی تو اللہ عزوجل کا سب طرف سے محیط ہونا کہ ایک ہی طرف ہوتا تو وہیں کے مسلمان سر کی طرف ہاتھ اٹھاتے جہاں وہ سروں کے مقابل ہے باقی اطراف کے مسلمان سروں کی طرف کیونکر اٹھاتے بلکہ سمت مقابل کے رہنے والوں پر لازم ہوتا کہ اپنے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھائیں کہ ان مجسمہ کا معبود اُن کے پاؤوں کی طرف ہے۔ بالجملہ پہلی شق باطل ہے، رہی دوسری اس پر یہ احاطہ عرش کے اندر اندر ہرگز نہ ہوگا ورنہ استواء باطل ہوجائے گا، ان کا معبود عرش کے اوپر نہ ہوگا نیچے قرار پائے گا، لاجرم عرش کے باہر سے احاطہ کرے گا اب عرش ان کے معبود کے پیٹ میں ہوگا تو عرش اس کا مکان کیونکر ہوسکتا ہے بلکہ وہ عرش کا مکان ٹھہرا اور اب عرش پر بیٹھنا بھی باطل ہوگیا، کہ جو چیز اپنے اندر ہو اس پر بیٹھنا نہیں کہہ سکتے کیا تمہیں کہیں گے کہ تم اپنے دل یا جگر یا طحال پر بیٹھے ہوئے ہو، گمراہو، حجۃ اللہ یوں قائم ہوتی ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 29، صفحہ 160، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عبداللہ: مرحبا یا سیدی! آپ نے میری ساری پریشانی دور کر دی اللہ عزوجل آپ کو اچھی جزا دے۔ (امین) اگر اس موضوع پر مزید مطالعہ کرنا ہو تو اس بارے رہنمائی فرمائیں!

عبدالحبیب: جزاک اللہ خیراً۔ اللہ عزوجل آپ رحمت فرمائے۔ الحمدللہ عزوجل میرے آقا امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے اس موضوع پر بے مثل ولا جواب تحقیق فرمائی۔ جس کا نام ''قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار'' رکھا ہے یہ فتاوی رضویہ مخرجہ کی جلد نمبر 29 میں موجود ہے۔ اس رسالے میں امام اہل سنت علیہ الرحمۃ نے سینکڑوں کتب سے اس موضوع پر 250 دلائل قاہرہ قائم فرمائے ہیں۔ صدق نیت سے اس کو پڑھنے والا ضرور اس میں راہ حق پائے گا۔



جدید مسائل کا شرعی حل

چھت سے سعی وطواف

موسم حج میں بے پناہ بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے صفا ومروہ کے درمیان فرش زمین پر سعی دشوار سے دشوار تر ہوتی جارہی ہے اس لیے کثیر حجاج مَسْعیٰ کی چھت سے سعی کرتے ہیں اور بہت سے حجاج تو عام حالات میں بھی چھت سے سعی کرتے نظر آتے ہیں چونکہ سلف وخلف کے زمانے میں ایسا کبھی نہ ہوا اس لیے حج کے ایام میں عوام و خواص کے درمیان یہ سوال گردش کرتا رہتا ہے کہ چھت سے سعی درست ہے یا نہیں؟ اس کے تنقیح کے لیے بنیادی طور پر یہ سوال حل طلب تھا کہ:

''بین الصفا و المروۃ'' کا مفہوم کیا ہے: شرعی نقطۂ نظر سے مَسْعیٰ (سعی کی جگہ) کیا ہے اور چھت سے سعی فی الواقع صفا ومروہ کے درمیان سعی ہے یا صفا ومروہ کے اوپر؟

اسی ضمن میں ایک دوسرا سوال یہ بھی تھا کہ:

مسجد حرام کی چھت سے طواف کعبہ کا کیا حکم ہے؟

۱۸؍صفر ۱۴۲۶ھ کی پہلی نشست میں ان امور کے تعلق سے یہ فیصلے ہوئے۔

بَیْنَ الصّفا والمروہ کا مفہو اور مَسْعیٰ کی تعیین

بین الصفا و المروہ کا معنی بلحاظ اجزاے ترکیبی: صفا ومروہ کی حقیقی بلندی (زمین سے چوٹی تک) کا درمیانی حصہ۔

بین الصفا و المروہ کا معنئ اجمالی حقیقی: صفا ومروہ کے درمیان کی فضا خواہ حقیقی صفا ومروہ سے نیچے ہو یا اوپر آسمان تک سب اس معنی کے لحاظ سے بین

الصفا والمروہ ہے اور وہ سب مسعیٰ ہے۔

مسعیٰ کی چھت سے سعی

مسلمانوں کو چاہئے کہ اُس طریقے سے قریب تر رہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں سعی زمین پر ہی ہوتی تھی، کسی چھت پر نہیں اس لیے جہاں تک گنجائش ملے زمین سے سعی کی پابندی کی جائے۔ ورنہ بلا وجہ طریقۂ سنت کے خلاف عمل ہوگا۔ ہاں ازدحام یا ساعی کے مرض وضعف کی حالت میں چھت سے سعی بلا کراہت درست ہے۔

چھت سے طواف

اگر مسجد حرام کی چھت سے کعبہ مقدسہ کا طواف ہو تو فرض طواف ادا ہو جائے گا جب کہ درمیان میں دیوار وغیرہ حاجب نہ ہو۔لیکن اگر نیچے مطاف میں گنجائش ہے تو چھت سے طواف مکروہ ہے اس لیے کہ اس صورت میں بلا ضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا اور چلنا پایا جاتا ہے جو مکروہ ہے۔ ساتھ ہی اس حالت میں طواف، کعبہ سے قریب تر ہونے کے بجائے بہت دور ہو رہا ہے۔ اور بلا وجہ اپنے کو سخت مشقت اور تکان میں ڈالنا بھی ہوتا ہے جب کہ قریب تر مقام سے طواف کرنا افضل ہے اور بلا وجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا منع۔ ہاں اگر نیچے گنجائش نہ ہو، یا گنجائش ہونے تک انتظار سے کوئی مانع ہو تو چھت سے طواف بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نامزدگی

لائف انشورنس، فکس ڈپوزٹ اور بینک وڈاکخانے کی مختلف اسکیموں میں روپے جمع کرنے کے لیے جو فارم پُر کیے جاتے ہیں ان میں ایک خانہ ''نامزدگی'' کا بھی ہوتا ہے اس خانے میں ایک یا کئی وارثین کے نام لکھنے کی گنجائش ہوتی ہے، اس میں یہ فائدہ ملحوظ ہے کہ مورث کی وفات کے بعد آسانی کے ساتھ جمع شدہ رقم وصول

ہو جائے۔ اور کورٹ میں جانے کی حاجت نہ پیش آئے مگر کچھ نامزد حریص وارثوں نے اس سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ جتانا شروع کر دیا کہ صرف وہی اپنے مورث کے جمع کردہ سرمایے کے حقدار ہیں، دوسرے وارثوں کا اس میں کوئی حق و حصہ نہیں، اس کی وضاحت کے لیے بنیادی طور پر اس امر کی تنقیح ضروری ہوئی کہ نامزدگی کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ یعنی یہ وصیت ہے، یا وصایت؟ وِصایت ایک ایسا عقد ہے جس میں نامزد شخص کھاتہ دار کی وفات کے بعد اس کا قائم مقام اور وکیل ہو جاتا ہے اور اس کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ جمع شدہ روپے وصول کر کے اس کے حقداروں میں انصاف کے ساتھ تقسیم کر دے۔

اور وصیت کا مطلب یہ ہے کہ نامزد شخص کھاتے دار کی طرف سے اس کی وفات کے بعد جمع شدہ روپے کا مالک بنا دیا گیا ہے، مگر شریعت کی طرف سے بھی وہ مالک ہے یا نہیں؟ اسے قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھنا چاہیے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے تنقیح طلب امور کو سامنے رکھ کر علمائے کرام نے ۱۸/صفر ۱۴۲۶ھ کو رات کی نشست میں یہ فیصلے صادر فرمائے۔

بیمہ وغیرہ میں ورثہ کی نامزدگی کی شرعی حیثیت

(۱) بیمۂ زندگی، فکس ڈپوزٹ اور بینک، ڈاک خانے کی مختلف اسکیموں میں روپے جمع کرنے کے لیے جو فارم پُر کیے جاتے ہیں ان میں ایک خانہ اس شخص کی نامزدگی کا ہوتا ہے جسے روپے جمع کرنے والے کی موت کی صورت میں اصل رقم مع منافع وصول کرنے کا حق ہو اس پر یہ بحث ہوئی کہ اس نامزدگی کی شرعی حیثیت کیا ہے، یہ وصایت ہے، یا صیت یا کچھ اور؟

بحث و تمحیص کے بعد مجلس کا اس پر اتفاق ہے کہ صورت مذکورہ وصایت ہے جس میں نامزد شخص کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ رقم وصول کر کے شرعی قانون کے

مطابق ورثہ کے درمیان تقسیم کر دے۔

نامزدگی کی ایک صورت سرکاری ملازمین کی جانب سے ہوتی ہے جس میں صاحب رقم اپنے تمام ورثہ اوران کے حصوں کی تعیین کرتا ہے کیا یہ صورت بھی وصایت کی ہے، یا یہ وصیت بالتملیک ہے؟

مندوبین نے اس خاص صورت سے متعلق وصیت بالتملیک ہونے پر اتفاق کیا۔

(۲) دوسرا مبحث یہ تھا کہ یہ وصایت، یا وصیت جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں اس پر اتفاق ہوا کہ وصایت والی صورت جائز ہے اور وصیت بالتملیک سے متعلق درج ذیل تفصیل ہے۔

(۱) اگر مورث نے اپنے تمام ورثہ کو نامزد کر دیا اوران کے حصے وہی متعین کئے جو مورث کی موت کے بعد قانون میراث میں ان ورثہ کے لیے ہونا چاہئے پھر ان ورثہ میں نہ کوئی اضافہ ہوا، نہ کوئی کمی ہوئی تو حکم ظاہر ہے کہ رفع نزاع کے لیے ایسا کرنا جائز و درست ہے اب مورچ کی نامزدگی اور تعیین حصص کا لحاظ کیا جائے خواہ قانونِ وراثت کا، دونوں حال میں ورچہ کو وہی حصص ملیں گے۔

(۲) ہاں اگر حصوں کی تعیین میں غلطی کی یا ان میں کسی وارث کا اضافہ ہوا، یا کمی ہوئی جس کے باعث شرعاً موجود ورثہ کے حصے کم وبیش ہو گئے تو موتِ مورث کے وقت جو ورثہ ہیں، شرعی قانونِ میراث کے مطابق ان کا جو حصہ ہونا چاہئے وہی انہیں دیا جائے اور کسی کی کوئی حق تلفی نہ کی جائے، نہ ہی کسی کو اس کے حق سے زیادہ دیا جائے۔ ہاں جس کا حق کم ہو رہا ہے، یا ختم ہو رہا ہے اور وہ عاقل، بالغ ہے وہ اگر اس پر رضا مند ہو اور مورث نے جو تعیین کر دی اسے نافذ کر دے تو اس کی وصیت نافذ ہو جائے گی ورنہ اصل یہ ہے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔

(۳) لیکن ان ورچہ میں کوئی نابالغ ہے اوراس کے حق میں کوئی کمی ہو رہی ہے تو

نابالغ کو اپنا حق چھوڑنے کا اختیار نہیں۔شرعی قانون وراثت کے مطابق اسے اس کا پورا حق دیا جائے اور جو بھی اس کا سرپرست ہو وہ اس کے حصے کی نگہداشت کرے۔

(۳) تیسرا سوال یہ تھا کہ نامزدگی سے روکا جائے، یا کچھ ہدایات کے ساتھ جاری رکھا جائے؟

اس کے جواب میں یہ طے ہوا کہ وِصایت اور کسی بھی وصول کنندہ کی نامزدگی بینک وغیرہ کے قوانین کے باعث ایک ''حاجت'' بن چکی ہے اس لیے صاحب رقم کی موت کے بعد وصول کرنے کا حق دار کون ہوگا؟ اس کی نامزدگی جائز اور مناسب ہے اور یہ تملیک نہیں، بلکہ توکیل ہے اور وصی وکیل کی ذمہ داری ہے کہ رقم وصول کر کے شرعی قانون کے مطابق ورثہ میں تقسیم کردے، یا ان کے سپرد کردے تاکہ وہ اپنے درمیان شرعی حکم کے مطابق صحیح طور پر تقسیم کرلیں۔

البتہ تمام ورثہ کی تعیین اور وصیت بالتملیک والی صورت میں حصوں کی تعیین نہ کی جائے کہ تعیینِ حصص میں غلطی ہو یا ورثہ کی تعداد میں کمی بیشی کی وجہ سے کوئی نزاعی صورت پیدا ہو، یا وصیت کو رد اور بے کار قرار دینے کی نوبت آئے۔ بلکہ مورث حصوں کی تعیین کے بجائے یہ درج کرے کہ:

تادمِ تحریر میرے ورثہ فلاں فلاں ہیں اور ان سے میرے رشتہ کی تفصیل یہ ہے۔میری موت کے وقت تک ان میں کمی یا زیادتی ممکن ہے۔ بہر صورت میری موت کے وقت شرعاً جو بھی میرے ورچہ ہوں انہیں شرعی قانون وراثت کے مطابق حصہ دیا جائے اور کسی کی کوئی حق تلفی ہرگز نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) فقدان زوج کی مختلف صورتوں کے احکام

شوہر لاپتہ ہوجائے اور کسی طرح یہ بھی معلوم نہ ہوسکے کہ وہ زندہ ہے، یا مر گیا اس صورت کو فقدان زوج اور ایسے شوہر کو مفقود الخبر سے تعبیر کیا جاتا ہے اگر کسی

عورت پر یہ افتاد آجائے اور وہ تنہائی و بے کسی کی زندگی گزارنے پر صبر نہ کرسکے تو اس کے لیے اسلام میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس کے تعلق سے ۱۹/صفر ۱۴۲۶ھ کی دوسری نشست میں فقہ اسلامی کے جزئیات کو سامنے رکھ کر خوب بحثیں ہوئیں، پھر یہ فیصلے کیے گئے۔

فقدان زوج کی مختلف صورتوں کا حکم

امام مالک کے یہاں زوج مفقود الخبر کی پانچ صورتیں اور ان کے جداگانہ احکام ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) شوہر بلاد اسلام میں غیر زمانۂ وبا میں مفقود ہوا۔ اس میں عورت کو قاضی کے یہاں استغاثہ کرنا ہے۔ وہ اس کے بعد چار (۴) سال انتظار کی مہلت دے گا۔ اور حال معلوم نہ ہونے پر نکاح فسخ ہوگا اور عورت عدت وفات گزار کر کسی اور سے نکاح کر سکے گی۔

(۲) بلاد اسلام میں زمانۂ وبا میں مفقود ہوا۔ اس کا حکم امام مالک کے یہاں یہ ہے کہ وبا ختم ہوتے ہی عورت عدت وفات گزارے، پھر نکاح کرلے۔

(۳) مسلمانوں کی باہمی خونریزی میں شریک ہوا، پھر پتہ نہ چلا۔ اس صورت کا حکم ان کے یہاں یہ ہے کہ جنگ بند ہونے کے روز سے عدت وفات گزارے، اس کے بعد نکاح کرے۔

(۴) بلاد کفر میں لاپتہ ہوا۔ ان کے یہاں اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عورت شوہر کی عمر ستر (۷۰) سال ہونے کا انتظار کرے جب کہ شوہر کے مال سے اس کے لیے نفقہ کا انتظام ہو۔

(۵) مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ ہوئی اس میں شریک ہوا، پھر پتہ نہ چلا۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ قاضی کے یہاں عرض حال کر کے نکاح کی

اجازت طلب کرے، وہ اسے ایک سال کی مہت دے اگر اس درمیان میں شوہر کا پتہ نہ چلے تو یہ عدت وفات گزار کر نکاح کر لے۔

اس پر سوال یہ تھا کہ ہمارے فقہائے کرام نے ضرورت شرعی کی بنیاد پر مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عدول کر کے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی قاضی کی مقرر کردہ میعاد چار سال تک شوہر کا انتظار کر کے کچھ مراحل سے گزرنے کے بعد نکاح کرے، کیا وہ صرف غیر زمانۂ وبا میں بلاد اسلام میں لا پتہ شوہر کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے، یا فقدانِ زوج کی پانچوں صورتوں کو عام ہے؟

اس سوال کے جواب میں یہ طے ہوا کہ مفقود کی یہ تقسیم اور اقسام کے الگ الگ احکام صرف مذہب امام مالک میں ہیں۔ حنفیہ کے یہاں یہ تقسیم و تفصیل نہیں، بلکہ جملہ اقسام مفقود کے لیے انقراضِ اقران اور شوہر کے وقتِ ولادت سے ستر سال انتظار کا حکم ہے۔

اور ضرورت کی حالت میں ہمارے فقہا نے امام مالک کے مذہب میں مذکورہ پہلی صورت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسی صورت سے ہر قسم مفقود کی زوجہ کا حل نکل آتا ہے۔ اس لیے مفقود کسی قسم کا ہو عدول اسی صورت کی جانب ہوگا۔

تو حکم یہ ہے کہ مفقود الخبر کسی قسم کا ہو اس کی زوجہ اگر صبر نہیں کر سکتی تو قاضی کے یہاں استغاثہ کرے گی، قاضی صدق دعویٰ ثابت ہونے کے بعد عورت کو چار سال کی مہلت دے گا اور اس مدت میں تحقیق و تفتیش کرے گا، موت و زیست کچھ معلوم نہ ہونے پر عورت پھر قاضی سے رجوع کرے گی اور وہ موتِ زوج کا حکم دے گا پھر عورت عدت وفات گزار کر کسی اور شخص سے نکاح کر سکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) نفقہ وغیرہ ضروری حقوق سے زوجہ کی محرومی اور مجبوری کے سبب فسخ نکاح کی اجازت

شوہر بیوی کی خوراک، پوشاک دینے سے بالکل عاجز ومجبور ہوتو اسے ''تَعَسُّر نفقہ'' کہتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی چالاک شخص فرضی کاروبار ظاہر کر کے نکاح کر لیتا ہے حالانکہ اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا، یا شروع میں کچھ ہوتا ہے اور بعد میں وہ بالکل مفلوک الحال ہوجاتا ہے۔

یا شوہر لاپتہ ہوگیا اور گھر پر عورت کے گزارے کے لیے کچھ بھی نہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شوہر موجود ہے اور خوشحال بھی مگر بے رحم ہے معمولی بات پر عورت کو یہ سزا دیتا ہے کہ اسے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق زوجیت سے محروم کر دیتا ہے اور طلاق بھی نہیں دیتا کہ وہ آزاد ہوکر اپنا کچھ انتظام کرسکے وہ ہر طرف سے مجبور ہوکر دارُ الافتاء کا سہارا لیتی ہے کہ اس مصیبت سے رہائی کی کوئی سبیل بتائی جائے، وہاں سے محروم واپس ہوتی ہے تو کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے اس طرح کے کثیر مقدمات کچہریوں میں پڑے ہوئے ہیں اور وہاں سے جو فیصلے صادر ہوتے ہیں ان کا حال کسی سے مخفی نہیں اس طرح کے سنگین امور پر توجہ دینا وقت کا ایک اہم مسئلہ تھا اس لیے علمائے کرام نے اجتماعی طور پر غور وفکر کر کے اس باب میں درج ذیل فیصلے صادر فرمائے۔

فسخ نکاح بوجہ تَعَسُّرِ نفقہ

سوال: شوہر غربت وافلاس کے باعث نفقہ کے انتظام سے عاجز ہو، عورت ضرر سہنے کے لیے آمادہ نہ ہوتو کیا اسے بوجہ حاجت دائمہ یہ اجازت ہے کہ حنفی قاضی کے یہاں درخواست دے اور قاضی بعد تحقیق اس کا نکاح فسخ کر دے؟

جواب: اصل مذہب حنفی تو یہی ہے کہ تعسُّرِ نفقہ کی بنیاد پر نکاح فسخ نہیں

ہوتا اور قاضی کو تفریق کا حق نہیں، لیکن دفعِ ضرر کے لیے عصر حاضر میں عورت کو یہ اجازت ہے کہ قاضی حنفی کے یہاں اپنی مصیبت و پریشانی سے رہائی کے لیے درخواست دے لیکن قاضی فوراً فسخِ نکاح کا فیصلہ نہ صادر کردے بلکہ حسب ذیل تدریجی کاروائی کرے۔

(الف) پہلے تحقیق کرے کہ عورت واقعی تعسُّرِ نفقہ کے صبر آزما حالات سے مسلسل دوچار ہے یا نہیں؟ اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو کہ واقعہ اس کے برخلاف ہے۔ یعنی اسے تعسُّر نفقہ جیسی دشواری عارضی طور پر پیش آگئی ہے، حاجت دائمہ کی صورت نہیں ہے، یا تعسُّر نفقہ کا سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، بلکہ کسی اور وجہ سے دونوں کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی ہے تو قاضی دونوں کی شکایتیں دور کرکے صلح کرادے اور دونوں کو ترغیب و ترہیب کے ذریعہ ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کرنے کی ہدایت دے کر مقدمہ ختم کردے۔

(ب) اور اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو جائے کہ عورت مسلسل تَعسُّرِ نفقہ کے آزاد میں مبتلا ہے اور شوہر کی حالت جوں کی توں بنی ہوئی ہے یعنی محتاج ہے اور بیوی کے حق میں حاجت دائمہ متحقق ہے تو شوہر کو حکم دے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر آزاد کردے تا کہ اس کی وجہ سے دوسری زندگی مصیبت کے بھنور میں نہ پھنسی رہے۔

ارشاد باری ہے:

فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ‌ۚ (البقرہ:۲۳۱)

اور اگر شوہر نرمی سے طلاق نہ دے تو اس کے ساتھ سختی کرے، پھر بھی نہ مانے تو اس کے بائیکاٹ کا فرمان جاری کردے تا کہ معاشرتی دباؤ سے تنگ آکر اصلاح پذیر ہو۔

(ج) لیکن اگر شوہر کسی طرح بھی طلاق دینے کے لیے آمادہ نہ ہو اور انکار و

سرکشی پر قائم رہے تو موجودہ حالات میں اب فسخ نکاح سے چارہ نہیں۔ اگر اُس علاقہ میں سنی صحیح العقیدہ شافعی قاضی موجود ہوں جیسے کیرالا وغیرہ کے علاقے، تو مستحسن یہ ہے کہ حنفی قاضی یہ مقدمہ شافعی قاضی کے یہاں منتقل کردے اور شافعی قاضی ضروری کاروائی کے بعد نکاح فسخ کر کے پھر حنفی قاضی کے یہاں بھیج دے، حنفی قاضی بعد ملاحظہ فیصلہ اسے نافذ کردے، ساتھ ہی واضح کردے کہ مُستَغِیثَہ عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔

(د) اور اگر اس علاقہ میں سنی صحیح العقیدہ شافعی قاضی موجود نہ ہوں جیسا کہ عامۂ دیار ہندو پاک وغیرہ کا یہی حال ہے تو حرج عظیم و ضرر شدید کے ازالہ کے لیے اجازت ہے کہ اب حنفی قاضی براہِ راست یہ نکاح فسخ کردے جیسا کہ ہمارے اکابر اہل سنت نے مفقود الخبر کے باب میں یہی موقف اپنایا کہ مالکی قاضی نہ ملنے کی وجہ سے حنفی قاضی کو براہِ راست فسخِ نکاح کی اجازت دی، اور آج تمام اہل سنت کا اسی پر عمل درآمد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر غربت و افلاس کا شکار نہیں مگر عورت نفقہ سے محروم ہے اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) شوہر مفقود الخبر ہے یعنی ایسا لاپتہ ہے کہ اس کی موت و حیات کا بھی سراغ نہ مل سکے، ساتھ ہی وہ نقد و جنس بھی مفقود ہو جس سے عورت کا کام چل سکے۔

(۲) شوہر غائب ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے؟ کب آئے گا؟ ہاں یہ معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے خواہ کہیں بھی ہو۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں ''غَیبتِ منقطعہ'' کہتے ہیں۔

(۳) شوہر غائب ہو مگر غیبتِ منقطعہ نہ ہو یعنی معلوم ہے کہ فلاں جگہ ہے مگر آتا نہیں اور نہ ہی کسی طرح اس سے نفقہ حاصل ہو پاتا ہے۔

(۴) شوہر موجود ہے مگر اس نے بیوی کو مُعلّقہ بنا دیا ہے، نہ طلاق دے کر اسے آزاد کرتا ہے، نہ ہی اس کے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان صورتوں میں عورت جہاں نان ونفقہ سے محروم ہے وہیں حقوق زوجیت سے بھی محروم ہے۔جس کے باعث اس زمانہ میں اکثر، یا کثیر عورتوں کے مبتلائے گناہ ہونے کا عظیم خطرہ درپیش ہے۔ یہ خود ایک سخت ضرر اور حرج ہے۔

احکام: (۱) شوہر مفقود الخبر ہو جس کے باعث تعذّر نفقہ کی صورت درپیش ہوگئی اس کا حکم امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں یہ ہے کہ فسخ نکاح جائز ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی ایک قول ہے جسے کثیر فقہائے شافعیہ نے اختیار فرمایا۔

فقہ مالکی کی معتمد کتاب ''مختصر العلامۃ خلیل'' اور اس کی شرح منح الجلیل (ج ۴ر ص ۲۰۳) میں یہ مضمون ہے کہ اگر مفقود نے گھر پر اتنا مال چھوڑا ہے جس سے بیوی اپنے نان ونفقہ کا انتظام کرتی رہے ساتھ ہی غلبۂ شہوت کے باعث گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو قاضی زوجہ کی طلب پر اسے چار سال تک شوہر کے انتظار کی مہلت دے گا۔اور اگر اس کے لیے شوہر کے مال سے نفقہ کا انتظام نہ ہو تو عدم نفقہ کے باعث قاضی بعد تحقیق واقعی اس کا نکاح فوراً فسخ کر دے گا۔ یوں ہی اگر عورت کو غلبۂ شہوت کے باعث گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو بھی قاضی اس کا نکاح کوئی میعاد مقرر کیے بغیر فسخ کر دے گا۔

علمائے حنفیہ نے زوجۂ مفقود الخبر کے بارے میں امام مالک کی جو تقلید فرمائی ہے اور عورت کے لیے چار سال کی مدت مقرر فرمائی ہے وہ انہیں شرطوں کے التزام کے ساتھ ہے۔ جب بوجہ ضرورت شعیہ اپنے مذہب سے عدول کر کے چار سال کی تاجیل جائز ہے تو عدم نفقہ وخوف گناہ کی صورت میں اسی طرح کی ضرورت شرعیہ کی

بنا پر اب بلا تاجیل بھی فسخ نکاح کی اجازت ہے۔

(۲) غیبت منقطعہ کی صورت میں شیخ الاسلام نے یہ بیان فرمایا کہ جس قاضی کے مذہب میں عجز عن النفقہ کے سبب فسخ نکاح جائز ہو، حنفی قاضی اس کے یہاں مقدمہ منتقل کر کے فسخ کرادے۔ (فتاوی ہندیہ ج:۱/ ۵۵۰،۵۵۱)

(۳) غَیبتِ غیر منقطعہ کی صورت میں جب حصول نفقہ متعذر رہو جائے تو وہ بھی غیبت منقطعہ کی طرح ہے، اس لیے اس میں بھی غیبت منقطعہ کا حکم ہے۔ اس کے قائل فقہ حنفی کے جلیل القدر ائمہ وفقہاء ہیں۔

(۴) پہلے اپنے مذہب کے دائرہ میں رہتے ہوئے کچھ موثر تدبیریں اپنائی جائیں۔ وہ بے اثر ہو جائیں تو کسی حنفی قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کرے، وہ بعد تحقیق فسخ نکاح کا فیصلہ کر دے۔

پہلی دوسری، تیسری صورتوں میں بھی حکم یہی ہے کہ پہلے دفعِ ضرر کی تدابیر اپنے مذہب کے دائرے میں رہ کر اختیار کی جائیں، وہ بے اثر ہو جائیں تو آخری مرحلے میں ناچار فسخِ نکاح کے فیصلہ کی بھی گنجائش ہے۔ تدابیر یہ ہیں۔

(۱) پہلے لڑکی کو صبر وشکر اور خوفِ خدا کی تلقین کریں، روزے رکھنے کی ہدایت دیں۔ ساتھ ہی اس کے گھر والوں اور کچھ اہل خیر کو اس کے نفقہ کے انتظام کی ترغیب دیں۔ دنیا ارباب غیر سے خالی نہی، گھر کے لوگ کچھ نہ کچھ انتظام کرتے ہی ہیں۔ اور اب بھی ہزار ہا خواتین صابرہ، شاکرہ، خائفہ، خاشعہ پائی جاتی ہیں۔ ممکن ہے یہ انہیں میں سے ہو اور تلقین قبول کر لے۔ پھر اگر عورت دوبارہ استغاثہ کرے تو بھی ہدایت وتلقین دے کر قاضی اسے واپس کر دے، لیکن اگر اس کے بعد بھی عورت استغاثہ کرے اور اس کی عمر، حالت، عادت (چال چلن) کے پیشِ نظر یہ ظن غالب ہو کہ وہ حدودُ اللہ سے تجاوز کر سکتی ہے یا نفقہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مسلسل

اذیت سے دوچار ہے، یا دونوں ہی باتیں جمع ہیں تو اب مذہب حنبلی پر فتوی وقضا کی اجازت ہوگی۔

چوتھی صورت پر مزید گفتگو اور ابتدائی تدابیر کا بیان حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ کے مقالہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (وہ تدابیر یہ ہیں)

جو عورت مبتلاے آفات ہو چکی اس کی گلوخلاصی کی تدبیر فتاویٰ رضویہ جلد خامس میں متعدد مقامات پر یہ بتائی گئی کہ عورت حاکم اسلام کے یہاں استغاثہ کرے وہ شوہر کو اس بات پر مجبور کرے کہ اپنی بیوی کو نفقہ دے، وظیفۂ زوجیت ادا کرے۔ ورنہ طلاق دے، اگر نہ مانے تو قید کرے، اس پر بھی نہ مانے تو مارے یہاں تک کہ وہ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرلے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے زمانے میں رام پور وغیرہ بلادِ اسلامیہ میں ایسے با اقتدار حُکام تھے جو اس طرح کی مظلوم عورت کو شوہر کے پنجۂ ظلم واستبداد سے اپنی طاقت واقتدار کے بل بوتے چھڑا سکتے تھے مگر آج کے دور میں کوئی ایسا با اقتدار قاضی شریعت نہیں جو ظالم شوہر کو قید کرے، مارے اور حسنِ معاشرت، یا طلاق پر مجبور کرے، اس لیے اب اس کے بتدریج تین حل ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ شوہر کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے اور اس میں کچھ بھی ڈھیل نہ رکھی جائے۔ اس تعزیر کے ذریعہ سوائے سرکش اور بے توفیق شخص کے ہر وہ انسان اصلاح پذیر ہوسکتا ہے جس کا ضمیر کچھ بھی زندہ ہو اور اس میں کچھ بھی اسلامی حمیت و غیرت موجود ہو۔

(۲) لیکن اگر وہ سخت دل، مردہ ضمیر و بے وفیق ہی نکلا اور سرکشی سے باز نہ آیا تو عورت کو صبر وشکر اور راضی برضائے الٰہی رہنے، نیز روزے رکھنے کی ہدایت کی

جائے اور اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔

(۳) لیکن اگر عورت اس کے باوجود بھی عدم صبر کی شکایت کرے اور اس کی عمر، حالت، عادت اس کی شاہد ہو تو اب ضرورت شرعیہ متحقق ہو چکی، اس مرحلے پر قاضی کو فسخ نکاح کی اجازت ہے۔

(۵) فلیٹوں کی خرید وفروخت کے نئے طریقے

بڑے بڑے شہروں میں زمین و مکان کس قدر گراں بہا ہو چکے ہیں اس کا حال سب کو معلوم ہے اب بنا بنایا فلیٹ یک مشت دام دے کر خریدنا عام لوگوں کے بس سے باہر اور کم از کم حد درجہ دشوار ضرور ہو گیا ہے۔ اس لیے کچھ اصحاب ثروت کو چھوڑ کر زیادہ تر لوگ فلیٹوں کی خرید وفروخت کا جدید طریقہ اختیار کر چکے ہیں۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ مکان یا بلڈنگ کا پورا پلان بنانے کے بعد قبل از تعمیر ہی بکنگ شروع ہو جاتی ہے اور ایک معاہدے کے تحت جیسے جیسے مکان تکمیل کے مراحل سے گزرتا جاتا ہے خریدار اس کی قسطیں ادا کرتا رہتا ہے، قبضہ ملنے پر وہ اپنی آخری قسط ادا کرتا ہے، مگر خریدار فلیٹوں میں مالکانہ تصرف بیع، ہبہ وغیرہ سوسائٹی کی اجازت سے ہی کر سکتے ہیں، اور سوسائٹی کے ارکان صرف فلیٹوں کے خریدار ہوتے ہیں فلیٹوں کی اس طرح خرید وفروخت پہلے نہیں ہوتی تھی اس لیے یہ سوال پیدا ہوا کہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس عنوان پر فقہ حنفی کے جزئیات کو سامنے رکھ کر بہت کچھ مباحثے ہوئے، اخیر میں جن امور پر اتفاق ہوا وہ فیصلے کی شکل میں درج ذیل ہیں۔

فلیٹوں کی خرید وفروخت کے جدید طریقے و احکام

(۱) کثیر منزلہ بلڈنگ تیار کرنے کے بعد اس کے حصوں کی فروخت، اور خریداروں کا حسب استطاعت حصے لے کر مالک بننا اور تصرف کرنا باتفاق مندوبین جائز و درست ہے۔

(۲) مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ جو ماخوذ و مفتیٰ بہ ہے اس کی رو سے اُس وقت ''بیع استصناع''، نہیں ہوسکتی جب کہ ایک ماہ یا زیادہ دنوں کی مدت بیع میں مذکور ہو لیکن صاحبین رحمہما اللہ کا مذہب یہ ہے کہ تعامل کی صورت میں ذکر مدت کے ساتھ بھی استصناع جائز ہے، اور مدت کا ذکر تعجیل پر محمول ہوگا۔

اب یہ دیکھا جاتا ہے کہ شہروں میں مکان بہت گراں قیمت ہوتے ہیں، بیک وقت ان کی مکمل تعمیر میں کثیر سرمایہ لگانا اور کثیر سرمایہ دے کر خریدنا دونوں مشکل ہے اس لیے یہ رواج ہوا کہ کچھ لوگ فلیٹوں کا نقشہ بنا کر بکنگ شروع کر دیتے ہیں، اور خریدنے والے بھی قسطوں پر خریداری شروع کر دیتے ہیں، اور خریدنے والے بھی قسطوں پر خریداری شروع کر دیتے ہیں، انہیں اگر تکمیل عمارت کے بعد یکمشت خریداری کا پابند کیا جائے تو سخت دشواری میں مبتلا ہوں گے۔

اولاً اُن کے پاس بیک وقت اتنا سرمایہ جمع ہونا مشکل ہوگا۔

ثانیاً جب قسط وار خریدنے والے فلیٹ کا ہر حصہ خرید چکے ہوں گے تو ایک مشت سرمایہ دے کر بھی بلڈروں سے ان کا مکان نہ مل سکے گا۔ جب کہ مکان کی ضرورت ہر شخص کو ہے۔ الحاصل ان حالات مین ان کے لیے مذہب امام اعظم کے عدول کے لیے حاجت شرعیہ متحقق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ بہت سے شہروں میں اس طریقۂ خرید و فروخت پر عوام و خواص کا عمل درآمد جاری ہے، اس صورت میں صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک ایک ماہ یا زیادہ مدت ذکر ہونے کے باوجود استصناع جائز ہے اور قول صاحبین بھی باقوت ہے اس لیے اس صورت کو استصناع کے دائرے میں رکھتے ہوئے قول صاحبین پر جائز ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔

(۳) اس فیصلے کی روشنی میں پہلے ادا کی جانے والی قسطیں بننے والی عمارت کا ثمن ہیں۔

(۴) کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ کے تحت ہر خریدار اپنے حصہ کا حقیقۃً وقانوناً مالک ہوتا ہے اور سوسائٹی کو جو روکنے یا اجازت دینے کا حق ہوتا ہے نظر فقہی میں وہ حق شفعہ ہے جو جائز و درست ہے۔

(۵) جب زمین ایک شخص کی ہو اور وہ کسی سے اس پر بلڈنگ تعمیر کے سبب باہم مقررہ حصوں کی تقسیم کر لیں۔ اس صورت میں زمین کے عوض عمارت کی خریداری اور تعمیر کے بدلے زمین کی خریداری عمل میں آتی ہے مگر دونوں کے لیے صرف فلیٹوں کے حصے متعین ہوئے ہیں، زمین کسی خاص کی ملک قرار نہیں دی جاتی تو زمین میں تمام حصہ داروں کی بطور مشاع شرکت ملک ہوتی ہے۔ اس لیے تنہا کوئی شخص اس کی بیع نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



بیوٹی پارلر کیوں جائیں؟

نغمہ اور سلمیٰ پُرانی سہلیاں ہیں .K.G. First سے .B.Sc تک ساتھ تعلیم حاصل کی ہیں۔ نغمہ نے .B.Sc کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے پونہ شہر کا رُخ کیا اور وہاں رہ کر انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے لگی۔ سلمیٰ نے ڈاکٹریٹ کے لیے علی گڑھ کا رُخ کیا اور میڈیکل سائنس کی تعلیم حاصل کرنے لگی۔ یہی اِن کی زندگی کا وہ موڑ تھا جس نے ان کی ۱۸ رسالہ دوستی کو تعطل کا شکار کر دیا۔ سلمیٰ کا خاندانی ماحول اسلامی ہے۔ اس ماحول کے اثر نے اِسے کالج اور یونی ورسٹی کی پراگندہ فضا سے خود کو متاثر نہیں ہونے دیا۔ نغمہ انجینئرنگ اور سلمیٰ ڈاکٹریٹ سے فراغت کے بعد اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئیں اور اِن کی ملاقاتیں بس عید اور دیگر تہواروں تک محدود ہو کر رہ گئیں۔

آج تقریباً ۵ رسال کے بعد سلمیٰ، نغمہ کے گھر آئی۔ سلام ودعا کے بعد دونوں اپنی پرانی اور بچپن کی یادوں میں مگن ہو گئیں۔ تب ہی ڈور بیل سے ایک جوان لڑکی نقاب میں داخل ہوئی اور سلمیٰ اُسے حیریت سے دیکھتی رہ گئی اور نغمہ سے دریافت کیا:

سلمیٰ: یہ صالحہ ہے؟

نغمہ: جی، ہاں، ابھی B.S.A میں ایڈمیشن کروایا ہے۔

سلمیٰ وہ تو ٹھیک ہے مگر آپ اتنی آزاد خیالی کی طرف کیوں مائل ہوتی جارہی ہو۔ خود کی اور اپنے بچوں کی اخلاقی ار تہذیبی تربیت کی طرف کیوں دھیان نہیں دیتیں۔

(سلمیٰ عمر میں نغمہ سے بڑی ہے، اور نغمہ اُسے اپنی بڑی بہن مانتی ہے۔ اس

لیے سلمٰی اسے اکثر ڈانٹ بھی دیتی ہے)

سلمٰی: دیکھا نہیں صالحہ کا برقعہ؟ کتنا چُست پہنتی ہے، یہاں تک کہ اُس کے جسم کی ساخت کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں۔

نغمہ: کیا کریں زمانہ ہی ایسا ہے، ویسے بھی اس میں برائی کیا ہے؟

سلمٰی: آپ کے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی ہمارا تعلق شریف خاندان سے ہے۔ ہمیں اپنی عزت اور عصمت جان سے پیاری ہونی چاہیےاور تو اور اُس نے ہمارے سامنے ہی بُرقع اُتارا میں تو یہ دیکھ کر حیران رَہ گئی کہ اُس نے ہمارے سامنے ہی بُرقع اُتارا میں تو یہ دیکھ کر حیران رَہ گئی کہ اُس نے مردوں کی طرح جینس اور ٹی شرٹ زیبِ تن کر رکھی ہیں۔ دیکھو نغمہ ہم نقاب پردے کے لیے پہنتے ہیں، خود کی نمائش کے لیے نہیں، اب آج کل ایسے فیشن ایبل، باریک اور چست تیار کیے گئے برقعوں کا رواج بڑھتا جا رہا ہے کہ اللہ ہی رحم کرے۔ جو چیز پردے کے لیے ہے اُسے بھی بے حیائی کے اظہار کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کا آخری حصہ کچھ اس طرح ہے کہ:

"وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مائل کرنے والیاں، مائل ہونے والیاں ان کے سر اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، وہ نہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوش بو پائیں گی۔ حالاں کہ اس کی ہوا اِتنی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔"

اور آپ خود دیکھ لو ان فیشن ایبل کپڑے، برقعوں اور مردانہ لباس میں کتنا پردہ ہوتا ہے اور کتنا جسم چھپتا ہے؟ کیا ہم لوگ ایسے کپڑے پہن کر لوگوں کو اپنی طرف مائل ہونے کا موقع نہیں دیتے۔ دانستہ غیر دانستہ طور پر ہم دعوتِ نظارہ نہیں دیتے، جنّت کے طلب گار بنتے ہیں اور کام ایسا کر رہے ہیں کہ جنّت کی خوش بُو سے بھی محروم

کر دیے جائیں۔ دیکھو سنن ابو داؤد شریف؛ کتاب اللباس، ص ۶۶۵ / میں حدیث پاک ہے؛ حدیث کا نمبر: ۴۱۰۱ ہے:

''حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا کہ ایک عورت مردانی جوتا پہنی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی۔''

اور ایک رایت سُنو: ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہزادی خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ: ''عورت کے لیے کیا بہتر ہے''؟ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ: ''عورت کے لیے یہ بہتر ہے کہ نہ بیگانے مرد کو دیکھے، نہ عورت کو غیر محرم دیکھے۔'' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور تحسین فرمائی۔

مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے، نغمہ بچوں کی تربیت پہ دھیان دو، ورنہ کل بہت پچھتانا پڑے گا۔ اس کے بالوں کا رنگ دیکھو کیا یہ بیوٹی پارلر بھی جاتی ہے؟

نغمہ: اس کی کالج کی ساری سہیلیاں ایک جیسا میک اپ کرواتی ہیں، ایک ہی بیوٹی پارلر سے۔

سلمٰی: اوہ! یہ بات ہے۔ ہماری بچیاں، عورتیں مغربی تہذیب کے پیچھے اندھا دھن دوڑ رہی ہیں۔ اُن کی تقلید میں یہ خیال بھی نہیں رکھتے کہ ہماری آخرت تباہ و برباد ہو رہی ہے۔ دنیاوی نقصان الگ۔ اِن بیوٹی پارلروں کا ماحول کیا ہے؟ وہاں کیا ہوتا ہے؟ آپ اس سے یقیناً بے خبر نہیں! ان دکانوں کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ لوگ وہاں کس کام سے جاتے ہیں؟ آپ بہ خوبی جانتی ہیں۔ حدیثِ پاک ہے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور چہرے کے (ابرو کے) بال اُکھاڑنے والیوں اور حسن کے لیے دانتوں کو کُشادہ کرنے والیوں پر لعنت کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلتی ہیں۔''

اس حدیث پاک سے اس بات کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ جسم کے بال اُکھاڑنا قطعاً ناجائز اور حرام ہیں اور ایسا کرنے والی اللہ تبارک وتعالیٰ کی لعنت کی مستحق ٹھہرتی ہے۔ اس حدیث کے آخری الفاظ میں موجود ہے۔ ''جو اللہ کی خلقت کو بدلتی ہیں'' یعنی جیسا رنگ اور بالوں کی ہیئت اور شکل اللہ نے عطا کی اس کو بدلنا بھی گناہِ کبیرہ اور ایسا کرنے والے بھی اللہ کی لعنت کے سزاوار ہوں گے۔

دوسرا مقصد میک اپ ہوتا ہے۔ صاف لفظوں میں کہوں یعنی عورت کو اس کے اصل سے بہتر بنانا۔ اس اصطلاح سے تو ہمارے عوام کی اکثریت واقف ہوگی لیکن پھر بھی وضاحت میں کوئی حرج نہیں: میک اپ میں عورت کے پورے چہرے، رخساروں، آنکھوں، ہونٹوں اور ٹھوڑی وغیرہ پر مختلف اقسام کی اشیائے میک اپ یعنی پاؤڈر، لِپ اسٹک، کریم، لوشن وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور اس عمل میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ چہرے کے اصل نقوش بالکل غائب کردیے جائیں اور حقیقتاً سب سے بہتر بیوٹیشین بھی وہی سمجھی جاتی ہے جو میک اپ سے چہرے کے نقوش بدلنے میں زیادہ مہارت رکھتی ہو۔ گویا یہ لوگ اپنے ان ملعون افعال سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ نے انہیں بدصورت بنایا ہے جس کو یہ خوب صورت بنا رہے ہیں۔ تبھی تو پارلر میں ٹائم پاس کرکے آنے کے بعد بڑی شان سے پوچھتی ہیں ''اب کیسی لگ رہی ہوں!!'' اس کی وضاحت بھی پیچھے گزری۔ حدیث میں موجود ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، جو اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی کرتے ہیں۔ یہ تبدیلی چاہے ''پلاسٹک سرجری سے ہو، چاہے آپریشن سے، چاہے بیوٹیشین کی

حماقت سے'' سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔ سب کا ایک ہی حکم ہوگا۔ ان دکانوں میں لڑکیاں بڑی شان سے مصنوعی بالوں کو سر میں فِٹ کروانے جاتی ہیں۔ وِگ لگواتی ہیں، ''پف'' بنواتی ہیں۔ یہ سب کیا ہیں، یہ سب چھ اسی زمرے میں شمار ہوگا، سب کے سب لعنتِ خدا کی مستحق ہیں۔

(بیچ میں کسی خاتون نے کہا) مگر وِگ اور پف کا وکسی روایت میں نہیں سُنا پھر آپ کیسے کہہ رہے ہو کہ ان سب کا حکم بھی یہی ہوگا۔

سلمیٰ: یہ کون ہیں؟

نغمہ: یہ پڑوسن ہیں، جمیلہ آنٹی

سلمیٰ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جمیلہ اور نغمہ: (ساتھ میں) وعلیکم السلام

سلمیٰ: دیکھو جمیلہ آنٹی، ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک خاتون آئیں اور عرض کی: کہ حضور میری لڑکی کو چیچک نکلی تو اس کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں اس کا نکاح کر چکی ہوں، اس کے بالوں میں جوڑ لگا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ نے توڑ جوڑ لگانے والی اور جوڑ لگوانے والی دونوں پر لعنت کی ہے۔'' بخاری شریف میں یہ حدیث پاک بیان ہوئی ہے۔ اور نغمہ ابھی میں نے آپ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث سُنائی تھی کہ:

''وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مائل کرنے والیاں اور مائل ہونے والیاں، ان کے سر اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، وہ نہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔''

''اس جملۂ مبارکہ کی بہت سی تفسیریں ہیں۔ سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ عورتیں

راہ چلتے ہوئے شرم سے سر نیچا نہ کریں گی۔ بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن اٹھائے ہوئے ہر طرف دیکھتی لوگوں کو گھورتی چلین گی، جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچا ہوتا ہے ایسے ہی ان کے سر بھی اونچے رہا کریں گے۔''

حدیث شریف کے اس حصہ کی یہ تشریح مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی ہے۔ بتاؤ جمیلہ آنٹی کیا پف بنانے سے سر اونچا نہیں ہوتا؟

اللہ پاک ہماری بیٹیوں کو سمجھ دے۔ اور انہیں ہر قسم کے غیر شرعی کاموں سے بچائے۔

جمیلہ: مگر میک اپ اپنے شوہر کے لیے تو جائز ہے نا؟

سلمٰی: ہاں کچھ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ شوہر کے لیے جتنا چاہو میک اپ کر لو کوئی گناہ نہیں، بلکہ شوہر کی رضا کے لیے ایسا کرنا باعثِ ثواب ہوگا۔ مگر اس میں بھی یہ خیال رہے کہ آپ کا شوہر کے لیے بننا، سنورنا، سجنا، اور میک اپ کرنا غیر محرموں کو نہ دکھائی دے، تو ایسا کرنا جائز ہے، ورنہ ''شوہر'' کی آڑ میں سارے ''شہر'' کو دکھاتے پھرنا قطعاً جائز نہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ ہمارے گھر میں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو شرعاً ہمارے لیے غیر محرم ہوتے ہیں۔ اور شوہر کے لیے بھی شرعی حدود میں ہی میک اپ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، ایسا نہین کہ غیر شرعی چیزوں کے ذریعے بھی بنا سنورا جائے۔ جیسے آج کل سینٹ، اور ایسی خوش بوؤں کا استعمال ہوتا ہے جن میں الکحل (شراب) کی آمیزش ہوتی ہے۔ شراب جب یوں بھی قطعی حرام ہے تو پھر خوش بو میں کیوں کر جائز ہو سکتی ہے۔ آپ سمجھ رہی ہیں نا؟

جمیلہ: اچھا۔ آپ کہاں پڑھاتی ہیں؟

سلمٰی: میں پڑھاتی نہیں ہوں آنٹی، یہیں قربِ شہر مکان ہے، اور ایک چھوٹا سا ہاسپٹل ہے۔

جمیلہ: کس مدرسے سے فارغ ہیں؟

سلمیٰ: مسکراتے ہوئے، نہیں میں عالمہ نہیں، میں تو اُن کے قدموں کی دھول بھی نہیں۔

جمیلہ: پھر اتنی باتیں؟

سلمیٰ: وہ کیا ہے نا جمیلہ آنٹی، ہمارے گھر میں شروع سے ہی دینی ماحول رہا ہے۔ بچپن سے دینی ماحول کو دیکھتے آرہے ہیں۔ مذہبی باتیں سُنتے سمجھتے آرہے ہیں۔ بچپن میں جب ابو جان اور بھائی جان وغیرہ اِن سب لغویات سے روکتے ٹوکتے تھے، تو ہمیں پہلے بُرا لگتا تھا۔ مگر آج سمجھ میں آتا ہے کہ اُن کی ڈانٹ ہمارے لیے کتنی ضروری تھی، اگر انہوں نے ہم پر سختی نہ کی ہوتی تو ہم بھی لچک اور ڈھیل کا سہارا لے کر زمانے کی رَو کے ساتھ بہہ رہے ہوتے اور دنیا کی رنگینیوں میں کھو جاتے۔ اللہ ہماری تمام بہنوں کو سمجھ دے۔

جمیلہ: بہت خوش ہوئی آپ سے مل کر۔

سلمیٰ: جزاک اللہ! تو ہم لوگ بیوٹی پارلر کے بارے مین بات کر رہے تھے۔ نغمہ! بیوٹی پارلر میں جو تیسرا کام ہوتا ہے، وہ ہے مساج، یوں کہہ لو کہ یہ انتہائی شرم ناک پہلو ہے بیوٹی پارلر کا۔ لوگ یہاں جا کر ''فل باڈی مساج'' کراتے ہیں اور احمقانہ جواز یہ پیش کرتے ہیں: ''مساج سے جلد کے خلیے عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ ڈھیلے نہیں پڑتے، جلد فریش رہتی ہے اور جھریاں نہیں بننے پاتیں۔'' حالانکہ اس قول میں ذرہ برابر بھی سچائی نہیں، اگر ایسا ہوتا تو پارلر جانے والی کبھی بوڑھی نہیں ہوتی۔ جب کہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ عمر کے ساتھ جلد پر فرق پڑتا ہے جو قانون فطرت ہے، اگر حقیقت کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر دیکھا جائے تو یقیناً کسی بھی مسلمان، باحیا عورت کو یہ زیب نہیں دیتا، بلکہ اس کا ذکر سنتے ہی شرم سے سر جھک جائے۔ مگر

افسوس ہماری یہ مغربی تہذیب کی ماری خواتین اس قبیح فعل کو کرواتے ہوئے ذرا بھی حیا محسوس نہیں کرتیں۔

لہٰذا ہمیں ان سب باتوں سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بیوٹی پارلر اور بے ہودہ فیشن پرستی میں صرف ہمارا نقصان ہے۔ اگر سنجیدگی سے غور کریں تو اس میں نہ تو ہمیں یہاں کوئی فائدہ نظر آئے گا اور نہ ہی آخرت میں کوئی نفع۔ ویسے بھی ان دکانوں کے اسٹاف مخلوط ہوتے ہیں اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ لیڈیز اسپیشل پارلر بھی ہیں تو بھی جن احادیث کو ہم نے بیان کی اُس کے پیشِ نظر تو ہمیں وہاں جانا ہی نہیں چاہیے۔ اور پھر آج کل کیا نہیں ہوتا۔ کیا آپ نے گزشتہ دنوں نیوز پیپر میں نہیں دیکھا کہ کرائم برانچ نے پارلر مالک کو اس جرم میں گرفتار کیا کہ وہ اپنے کسٹمر کی خفیہ کیمروں سے تصویریں لیا کرتا تھا۔ آپ کو پتہ ہے یہ نہ صرف تصویر لیتے ہیں بلکہ خفیہ کیمروں سے سارے کاموں کی ویڈیوز بھی ریکارڈ کرتے ہیں اور انہیں فحاشیت کی تشہیر کرنے والی کمپنیوں کو بھاری داموں فروخت کر دیتے ہیں۔ اور بھی بہت سی برائیاں ہیں، باتیں بھی بہت کرنی تھی، پھر کسی موقع سے کریں گے، وقت کافی ہو گیا۔

جمیلہ: تو پھر کیا کرنا چاہیے؟

سلمٰی: اتنی ساری برائیاں تو میں نے وہاں کی بتا دی ہیں، آنٹی! اب آپ بتائیے کیا کوئی ماں یا میں چاہوں گی کہ میرے بچے فحاشی کا اشتہار کریں۔ لوگ انہیں شہوت بھری نگاہوں سے دیکھیں؟

جمیلہ: نفی میں سر ہلاتے ہوئے، یہ تو ٹھیک ہے ہم ہماری بچیوں کو روک لیں مگر سارا معاشرہ اسی دلدل میں پھنسا ہے انہیں کیسے نکالیں؟

سلمٰی: ہاں یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ ماڈرنائزیشن (جدّت) کے نام پر ساری قوم کو یہود و نصاریٰ کی طرز اور تقلید کے درپے لگا کے، اس قوم کو اپنی شناخت سے

دُور کیا جا رہا ہے اور ہم ہیں کہ ہوا کے ساتھ بہتے جا رہے ہیں، دیکھو معاشرے میں انقلاب حکمت اور اہلِ علم سے آئے گا۔ اور ہمارے یہاں ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ لڑکیوں کی دینی تربیت کا کوئی خاص انتظام نہیں، اور اگر کہیں ہے بھی تو والدین اتنے سُست ہیں کہ انہیں دینی اداروں کا رُخ نہیں کرنے دیتے اور اگر کچھ سرپرست تیار بھی ہو جائیں تو ایسے بچے یا بچی کو اس فیلڈ میں ڈالتے ہیں جس سے وہ عصری تعلیم کے معاملے میں نا اُمید ہو چکے ہوتے ہیں! جو شرارتی اور بگڑ گئے ہوتے ہیں اور نہیں سمجھتا کہ یہ کیا پڑھیں گے، روزانہ اسکول سے کال، ٹیوشن سے کال، گھر میں لڑائی، گلی محلے میں جھگڑا، اسکول والوں نے انکار کر دیا، ایڈمیشن خارج کر دیا، مرتا کا نہ کرتا، چلو مدرسے میں ڈال دو سدھر جائیں گے۔ بے شک مدرسہ عظیم جگہ ہے اخلاقیات کو سدھارنے کی، مگر کیا یہ صرف اسی کام کے لیے رَہ گئے ہیں۔

مطلب یہ کہ ہمارا مقصد ہی نہیں رَہ گیا کہ ہم بچوں میں یا خود میں اِسپرٹ پیدا کریں کہ اپنے بچے کو علمِ دین سکھائیں گے اور جو آ بھی جاتے ہیں نا آنٹی اُن کی کیا پڑھائی چل رہی ہے، وہ کیسا پڑھ رہے ہیں، کب درس گاہ جاتے ہیں، کب آ رہے ہیں، پاک صاف کپڑے، یونی فورم پہن کے جا رہے ہیں یا نہیں، کسی چیز کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس اگر بچے انگلش میڈیم اسکول جا رہے ہیں، اور اسکول صبح ۸/ بجے کی تو ماں ۵/ بجے اُٹھ جائے گی، ناشتہ تیار کرے گی، بچے کو نہلائے گی دھلائے گی، کپڑے پہنائے گی، ناشتہ کروائے گی، پھر بچے کا بستہ خود اپنے کاندھے پر اُٹھا کے اُسے اسکول بس تک چھوڑنے بھی آئے گی!! حیرت ہے ہم اتنی توجہ دینی تعلیم کے حصول پر کیوں نہیں دیتے؟ ہمیں اپنی فکر بدلنی ہوگی معاشرہ خود بہ خود بدل جائے گا اور آج کل انگلش میڈیم اسکولوں پر مشنریوں کے اثرات ہیں۔ جو عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور دینی تہذیب و تمدن سے نابلد ہماری قوم کے بچے بڑی آسانی

سے اغیار کی جھولی میں چلے جاتے ہیں۔ پھر صرف نام کے مسلم رَہ جاتے ہیں اور سارے کام صرف مسلمانی کو شرمانے والے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

خیر! چلو آنٹی پھر ملیں گے انشاء اللہ...... چلو نغمہ، صالحہ کا خیال رکھو۔ اللہ حافظ!

حضرت عارف چشتی لاہوری قدس سرہ

حضرت عارف چشتی کا شمار سلسلہ عالیہ چشتیہ کے قدیم بزرگانِ دین میں ہوتا ہے۔ رائے بہادر کنہیا لال (1830ء - 1888ء) لکھتے ہیں، ''اس (حضرت عارف چشتی) بزرگ کی بزرگی کے صدہا لوگ قائل ہیں۔'' (1) حضرت مفتی غلام سرور لاہوری (1837ء - 1890ء) لکھتے ہیں، (آپ) ''کے بڑے مرید تھے۔'' (2) آپ اپنے دور کے صاحب کرامت اور ولی کامل تھے۔ آپ کے آستانہ عالیہ سے بڑے بڑے علماء نے فیض پایا پر آج یہ روحانی مرکز اہلِ لاہور کی غفلت اور ناقدری کی وجہ سے ویرانے کی مانند دیکھا دیتا ہے۔

حضرت مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں، ''لوگ آپ کو میاں عارف کے نام سے پکارتے تھے۔'' (3) اور مولوی نور احمد چشتی (1829ء - 1876ء) نے آپ کا نام مبارک اس طرح لکھا ہے، ''حضرت عارف چشتی المشہور میاں وڈا۔'' (4) مولوی نور احمد چشتی مزید لکھتے ہیں، ''اور نام آپ کا اصلی محمد عارف چشتی'' (ہے)۔ (5)

مفتی صاحب لکھتے ہیں، ''آپ نے شاہ جہان (بادشاہ) کے زمانہ اقتدار میں اپنی مشخییت کا علم بلند کیا۔'' (6)

مفتی صاحب لکھتے ہیں، ''آپ شیخ اسحاق بن کاکو چشتی کے مرید اور خلیفہ تھے۔'' (7)

مفتی صاحب لکھتے ہیں، ''ہر مہینے کے آخری ہفتہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور دس دن تک آپ کے حجرے کا دروازہ بند رہتا تھا جس دن حجرے سے برآمد

ہوتے عام وخواص کو حجرے کے دروازے سے ہٹا دیا جاتا اگر کوئی حجرے کے دروازے پر بیٹھا رہتا تو جس پر آپ کی نگاہِ جلال پر جاتی تیس دن تک بے ہوش رہتا تھا جس دن حجرے سے نکلتے سارا دن تنہا گزارتے تھے اور کسی کو پاس آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔'' (8) اور آپ کا وصال بھی اعتکاف میں ہوا۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں، ''مجلس سماع میں بیٹھتے تو بڑے تڑپتے بعض اوقات خدشہ ہوتا کہ آپ ختم ہو گیے ہیں۔'' (9)

حضرت عارف چشتی کی بزرگی کا یہاں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج تک ان کے مزار مبارک سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے، کبھی کسی کو آوازیں سنائی دیتی ہیں اور کبھی کسی کو آپ خد دیکھائی بھی دیے ہیں۔ ذیل میں ہم چند کرامات کا ذکر کرتے ہیں جو مسند کتب سے اخز کی ہیں۔

کنہیا لال لکھتے ہیں، ''موضع مزنگ کے بزرگ وضعیف لوگ بیان کرتے ہیں کہ رات کو دور سے اس (حضرت عارف چشتی کی) قبر پر چراغ جلتا نظر آتا ہے جب نزدیک آتے ہیں تو کوئی چراغ نہیں ہوتا۔'' (10)

مولوی نور احمد چشتی رقم طراز ہیں، ''اب تک ان (حضرت عارف چشتی) کی یہ کرامت مشہور ہے کہ گاہ گاہ لوگوں کو قبر سے آواز آتی ہے کہ پرے پرے ہو کے جاؤ۔'' (11)

مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں، ''اکثر لوگوں نے بچشم ظاہر دیکھا بھی ہے کہ جمیل اور سفید ریش ہیں۔'' (12)

مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں، ''ان (حضرت عارف چشتی) کی قبر کے اوپر سے کوئی جانور آ جا نہیں سکتا۔'' (13)

مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں، ''ابتدا میں جو کوئی اس راستہ سے جاتا تھا تو بیمار

ہوجاتا تھا اسی واسطے راہ بند ہوئی۔''(14)

مزار مبارک حضرت بابا نظام شاہ مجذوب کے گدی نشین ومتولی محمد یوسف صاحب (پیدائش 1947ء) بیان کرتے ہیں کہ''حضرت کے مزار مبارک سے کرامات آج بھی ظہور پزیر ہوتی رہتی ہیں مزار مبارک کے اوپر سے جانور آج بھی نہیں گزرتا اور مزار مبارک پر ایک بزرگ حاجی نورالٰہی انوار صاحب خدمت کرتے ہیں رات میں بھی حاضر ہوتے ہیں اور صبح سویرے مزار مبارک کی صفائی ستھرائی کر کے پرندوں کے لیے دانہ پانی ڈالتے ہیں ان کی حضرت سے بات بھی بات ہوتی ہے اور ان کو اکثر وہ نظر بھی آئے ہیں''۔

حضرت کا وصال اعتکاف کی حالت میں ہوا تھا۔مفتی غلام سرور لاہوری آپ کے وصال کا ذکر اس طرح کرتے ہیں،''آخر کار اعتکاف میں ہی واصل بحق ہوئے آپ ۱۰۶۴ھ میں لاہور میں فوت ہوئے۔''(15)اور اسی طرح رائے بہادر کنہیا لال ہندی لکھتے ہیں،''یہ بزرگ سنہ ۱۰۶۴ ہجری میں مر گیا اور''عارف چشتی ''(۱۰۶۴) کے لفظ سے تاریخ وفات حاصل ہوئی ہے۔''(16)اور مولوی نور احمد صاحب بھی لکھتے ہیں،''وفات ان کی ۱۰۶۴ ایک ہزار چونسٹھ میں وقوع میں آئی''۔قطعہ ؎

عارف چشتی است پیر عارفان — بود شیخی صاحب رعب وجلال

سال ترحیلش چو جستم گفت دل — عارف چشتی است تاریخ وصال(17)

مفتی صاحب کا قطعہ یہ ہے،

چوں جناب عارف چشتی ولی — سوئے جنت شد ازیں عالم رواں

سال وصلش گو فرحد حق پرست — بار دیگر عارف چشتی بخواں(18)

حضرت مفتی صاحب تحریر فرما ہیں،''آپ کا مزار حضرت طاہر بندگی مجددی

کے احاطہ میں میانی کے قبرستان میں ہے۔'' (19) یہاں حضرت مفتی صاحب سے غلطی ہوئی ہے ایسا لگتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے کتابوں سے اور مزار مبارک کے گدی نشینوں سے بزرگانِ دین کے حالات مبارک سنے ہیں خد مزارات پر خاضر ہو کر مزار مبارک کے مقام کا تعین کم ہی کیا ہے۔ حضرت عارف چشتی کا مزار مبارک میانی صاحب قبرستان میں تو ہے پر حضرت طاہر بندگی کے احاطہ میں نہیں بلکہ ان کے اپنے احاطہ میں ہی ہے اس طرح یہاں یہ غلطی پیر غلام دستگیر نامی (1961ء- 1887ء) سے بھی ہوئی ہے ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب 'بزرگان لاہور' حضرت مفتی غلام سرور لاہوری کی کتب سے بزرگان لاہور کے تزکرے مرتب کیے ہیں پر مزار مبارک کے مقام کا تعین نہیں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ''یہ جامع الکرامات شیخ ۱۰۶۴ھ (مطابق 1654ء) میں واصل بحق اور حضرت طاہر مجددی لاہوری کے مزار کے جوار میں مدفون ہوئے''۔ (20) حالانکہ حضرت طاہر بندگی کے احاطہ سے حضرت عارف چشتیکے احاطہ کا بہت فاصلہ ہے۔ رائے بہادر کنہیالال نے آپ کے احاطہ کو میانی صاحب قبرستان کا آٹھواں احاطہ تحریر کیا ہے۔ کنہیالال لکھتے ہیں، ''آٹھواں احاطہ شیخ عارف چشتی کی قبر کا۔'' (21) پر آج یہ احاطہ پراچہ کے نام سے مشہور ہے۔ کنہیالال مزار مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں، ''حاجی نور کے احاطے کے شرق کی طرف یہ مزار پختہ چبوترے پر موجود ہے۔'' (22) کنہیالال مزید لکھتے ہیں کہ، ''اب اس قبر کی مرمت دوبارہ کی گئی ہے۔'' (23) اسی طرح مولوی نور احمد چشتی رقم طراز ہیں، ''شرق رویہ مقبرہ حضرت حاجی نور صاحب کے ایک چبوترے پختہ مع چراغدان جس میں ایک خانقاہ میاں وڈا کی قدیمی ہے قبر قدیمی تھی اب مینا طوائف نے از سر نو بنوائی' عرصہ دس بارہ برس کا ہوا ہو گا اس کے چاروں طرف چراغدان بنے ہوئے ہیں''۔ (24)

حضرت کے مزار مبارک پر حاضری کا آسان راستے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

قرطبہ چوک، میٹرو بس لاہور کے اسٹیشن نمبر ۱۰ قرطبہ چوک جس کا پرانا نام مزنگ چونگی ہے سے جو سڑک میانی صاحب قبرستان کو جاتی ہے اسے بہاول پور روڈ کہتے ہیں اس بہاول پور روڈ پر مشہور احاطہ مولانا احمد علی لاہوری کے بالکل سامنے احاطہ پراچہ کو جاتا ایک راستہ آتا ہے جس پر ایک بوڈ لگا ہے ''بابا گوہر بار چشتیہ'' اس راستے سے ہوتے ہوئے سیدھا جیسے ہی راستہ مڑتا ہے پراچوں کا قبرستان آتا ہے اس قبرستان کا جو داخلی راستہ ہے وہ عام سادہ اینٹوں کا بغیر پلستر کا بنا ہے جس پر دروازہ نہیں ہے اس کے اوپر ایک سنگ مرمر کا کتبہ لگا ہے جس کے مرکز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہے اور دائیں بائیں یا اللہ یا محمد لکھا ہوا ہے پھر اس کے نیچے قبرستان پراچہ برادری لاہور تحریر ہے۔ اس قبرستان میں دائیں طرف قبروں کے پیچھے ایک اونچے مقام پر حضرت عارف چشتی کے مزار مبارک واقع ہے۔

مزار مبارک پر خاضری کے لیے داخلی راستے کی بجائے جو راستہ آگے سیدھا جا رہا ہے اس کے ساتھ مزکورہ احاطہ کی چھوٹی دیوار کے ساتھ ساتھ دو چار قدم چلیں تو اس احاطہ کے آخر میں ایک سیڑی جتنی دیوار پر آسانی سے چڑھ کر آدمی مزار مبارک تک جا سکتا ہے۔ مزار مبارک کے چبوترے پر چڑھنے کے لیے دو چھوٹی سیڑیاں بنی ہیں۔ یہ چبوترا کافی بڑا ہے اس پر چھ سات آدمی آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں اور اس چبوترے پر سفید چمکدار ٹائلیں لگی ہوئی ہیں یہاں تک کہ مزار مبارک کا تعویز پر بھی ٹائلیں لگی ہیں جس پر ایک موٹا سا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ اس چبوترے پر مزار مبارک کے تعویز کے دائیں بائیں چراغ دان بنے ہوئے ہیں۔ بائیں طرف چار چھوٹے ڈبوں کی طرح چراغ دان بنے ہیں اور دائیں طرف ایک لمبائی میں کم اور

چورائی میں زیادہ ایک چراغ دان ہے اسی طرح تعویز کے پیچھے بھی سرہانے کی بیک سائیڈ پر بھی ایک مثلث چراغ دان بنا ہے۔اس چبوترے پر تعویز کی دائیں طرف ایک بہت بڑا قدیم درخت بھی ہے جو اپنی قدامت کی داستان سنا رہا ہے۔مزار مبارک پر کوئی گنبد نہیں ہے۔

محمد یوسف صاحب بتاتے ہیں کہ حضرت عارف چشتی کے مزار مبارک پر لگا کتبہ بہت بعد میں لگایا گیا ہے پہلے مزار مبارک پر کتبہ نہیں تھا پر مزار مبارک پر لگا یہ کتبہ بھی اب پرانا ہو چلا ہے۔کتبے پر مندرجہ ذیل عبارت اس طرح ہے:۔

محراب نما سنگ مرمر کے کتبے کے ابتدا کے مرکز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہے۔اس کے نیچے کلمہ طیبہ اور اس کے دائیں بائیں یا اللہ یا محمد لکھا ہوا ہے۔اس کے نیچے درج ذیل تحریر ہے:۔

شیخ عارف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

المشہور میاں وہڈا ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ اب تک گاہ گاہ لوگوں کو ان کی قبر سے آواز آتی ہے کہ پرے پرے ہو کے گزرو اور اکثر لوگوں نے ان کو بچشم ظاہر دیکھا بھی ہے خوبصورت سفید ریش مبارک۔(منجانب رشید علی پراچہ-پراچہ ریڈیو)

ابتدا میں جو کوئی اس راستہ سے جاتا تھا تو بیمار ہوتا جاتا تھا اس وجہ سے راستہ بند ہوا۔ان کی وفات ۱۰۶۴ھ میں وقوع میں آئی۔

''قطعہ تاریخ''

عارف چشتی است پیر عارفان — بود شیخی صاحب رعب وجلال

سال ترحیلش چو جستم گفت دل — عارف چشتی است تاریخ وصال

ان کا مزار میانی صاحب میں قبرستان پراچہ میں حاجی نور کی چار چار دیواری

کے بجانب شرقی میں واقع ہے۔مزار ایک چبوترے پر (آگے سے مٹا ہوا ہے پڑھا نہیں جاتا)۔

مزار مبارک کا کوئی مجاور و گدی نشین نہیں ہے۔حضرت بابا نظام شاہ مجذوب کے مزار مبارک کے قریب ہونے کی وجہ سے مزار مبارک کی دیکھ بھال حضرت بابا نظام شاہ مجذوب کے خادم محمد یوسف صاحب کے ذمہ ہے۔وہ سرکاری طور پر بھی باقی تمام قدیم قبور کی دیکھ بھال بھی کرتے ہیں۔لاہور شہر جو سلسلہ عالیہ چشتیہ کا ایک بہت بڑا مرکز ہے اور جہاں چشتی حضرات کی اتنی بڑی تعداد آباد ہے وہاں چشتی سلسلے کے اتنے بڑے بزرگ کے مزار مبارک پر ویرانی حیرت کی بات ہے۔راقم کی اہلِ عقیدت سے گزارش ہے کہ مزار مبارک پر گنبد تعمیر کر کے اس روحانی و تاریخی مقام کو محفوظ کرنے کی کوشش کریں جو اہلِ لاہور اور سرکاری اداروں کی غفلت کی وجہ سے ویرانے کا شکار ہے۔

حوالہ جات

1۔ تاریخ لاہور از کنہیا لال، صفحہ ۲۹۵ ناشر مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔

2۔ خزینۃ الاصفیاء (فارسی) از مفتی غلام سرور لاہوری،) اردو (ترجمہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے، سال طباعت ترجمہ، 2001ء صفحہ، ۴۳۴ جلد ۲، ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

3۔ ایضاً

4۔ تحقیقاتِ چشتی (اردو) از مولو نور احمد چشتی، صفحہ، 566، ایڈیشن، 2006ء ناشر الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔

5۔ ایضاً

6۔ خزینۃ الاصفیاء (فارسی) از مفتی غلام سرور لاہوری،) اردو (ترجمہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے، سال طباعت ترجمہ، 2001ء صفحہ، ۴۳۴ جلد ۲، ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

7۔ ایضاً

8۔ ایضاً

9۔ ایضاً

10۔ تاریخ لاہور از کنہیا لال،صفحہ ۲۹۵ ناشر مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔

11۔ تحقیقاتِ چشتی (اردو) از مولور نور احمد چشتی،صفحہ،566،ایڈیشن،2006ء ناشر الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔

12۔ ایضاً

13۔ ایضاً

14۔ ایضاً

15۔ خزینۃ الاصفیاء (فارسی) از مفتی غلام سرور لاہوری،) اردو(ترجمہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے،سال طباعت ترجمہ،2001ء صفحہ،۴۳۵۔۴۳۴،جلد ۲، ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

16۔ تاریخ لاہور از کنہیا لال،صفحہ ۲۹۵ ناشر مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔

17۔ تحقیقاتِ چشتی (اردو) از مولور نور احمد چشتی،صفحہ،566،ایڈیشن،2006ء ناشر الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔

18۔ خزینۃ الاصفیاء (فارسی) از مفتی غلام سرور لاہوری،) اردو(ترجمہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے،سال طباعت ترجمہ،2001ء صفحہ،۴۳۵،جلد ۲، ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

19۔ ایضاً

20۔ بزرگانِ لاہور، مولفہ حضرت پیر غلام دستگیر نامی،صفحہ،172،سال طباعت 1966ء، ناشر نوری بک ڈپو بالمقابل دربار داتا صاحب لاہور۔

21۔ تاریخ لاہور از کنہیا لال،صفحہ ۲۹۵ ناشر مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔

22۔ ایضاً

23۔ ایضاً،صفحہ ۲۹۵۔

24۔ تحقیقاتِ چشتی (اردو) از مولور نور احمد چشتی،صفحہ،566،ایڈیشن،2006ء ناشر الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔



وضاحت: گزشتہ مضمون حضرت بابا مستان شاہ مجذوب میں احمد علی لاہوری دیوبندی کے نام سے پہلے کمپوزر کی غلطی سے حضرت اور آغا شورش کشمیری کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا گیا جس کی میں قارئین سے معذرت چاہتا ہوں۔ محمد عمر شاہ

طیبہ کا نظارا

ماہِ طیبہ کے جلووں کا کیا پوچھنا، اب کوئی ماہ وخاور نہیں چاہیے
آ گیا زلفِ واللیل کی چھاؤں میں، اب مجھے مشک وعنبر نہیں چاہیے

کہکشاں، چاند، سورج، ستارے ہیں کیا، حسنِ سرکار ہی کی تو خیرات ہیں
ہاں اسی حسن والے کا در مل گیا، اب کوئی دوسرا در نہیں چاہیے

چوم لوں ایسے رَستے کا کانٹوں کو میں جو ملا دے حبیبِ خدا سے مجھے
دور کردے جو محبوبِ رب سے مجھے، ایسا پھولوں کا بستر نہیں چاہیے

دل میں جو ڈال دے عشقِ خیر الوریٰ، رہبری کا یقیناً وہ حق دار ہے
دولتِ عشقِ سرکار جو لُوٹ لے، ایسا بے دین رہبر نہیں چاہیے

میرے ساقی مجھے جام ایسا پلا، تیری یادوں میں دن رات کھویا رہوں
دفن ہونے کو دو گز زمیں ہو مگر، تیرے قدموں سے ہٹ کر نہیں چاہیے

جس کے سر پر شفاعت کی دستار ہے، اس کا دامن ہے اطہرؔ ترے ہاتھ میں
حشر کے دن کا پھر خوف ہو کس لیے، اب تجھے خوفِ محشر نہیں چاہیے

مولانا اطہر حسن ضیائی (ماریشش، افریقہ)

خلق رسول

اک دن مرے حضور نے دیکھا یہ ماجرا
بارِ گراں تھا ایک ضعیفہ کے دوش پر
رعشہ تھا ہاتھ پاؤں میں، لرزیدہ تھا بدن
دیکھا تو اُس کے پاس گئے سید البشر

نزدیک جا کے اُس سے یہ سرکار نے کہا
خدمت کا مجھ کو دیجئے موقع ضعیف ماں
بارِ گراں یہ آپ کے گھر تک میں لے چلوں
مجھ کو بتایئے، ہے کدھر آپ کا مکاں

لے کر مرے حضور چلے اُس کا بار جب
دل پر ہوا ضعیفہ کے اخلاق کا اثر
کہنے لگی حضور سے، اے نیک نوجواں
حالاتِ شہرِ مکہ سے ہے کیا تو بے خبر

اک نوجوانِ مکہ، محمد ہے جس کا نام
سنتی ہوں، اپنے آپ کو کہتا ہے وہ رسول
لیکن وہ اصل میں ہے فسوں ساز و سحر گر
جادوگری کو کہتا ہے وہ دینِ بااصول

تم اس سے بچ کے رہنا بڑا ہوشیار ہے
ورنہ کرے گا تجھ کو بھی اپنا اسیر وہ

کر دے گا تیری ذات کو مجروح لا کلام
چھوڑے گا اپنے لب سے جو باتوں کے تیر وہ

اتنے میں اُس ضعیفہ کا دروازہ آ گیا
بارِ گراں اتار کے بولے مِرے حضور
امّاں، اجازت آپ مجھے دیجیے کہ اب
جانا ہے مجھ کو کام سے بستی میں تھوڑی دور

اُس نے کہا کہ جاؤ، مگر نیک نوجواں
مجھ کو تم اپنا نام بتاؤ، ذرا رُکو
سرکار نے کہا کہ محمد ہے میرا نام
میں ہی وہ ہوں کہ جس سے شکایت ہے آپ کو

نامِ رسول سن کے وہ حیران رَہ گئی
کہنے لگی کہ تم ہو یقیناً رسولِ حق
کلمہ پڑھا رسول کا ایمان لائی وہ
خُلقِ نبی سے مل گئے اُس کو اصولِ حق

مہتاب پیامی

قابلِ مطالعہ کتابیں

